علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دین کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

دنیائے انسانیت میں دین و مذہب، تہذیب و اخلاق کا بنیادی اور آخری مقصد یہ ہے کہ انسان نیک ہو جائے، کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش ہو، کسی بھی ملک یا کسی بھی نسل کا ہو، نوعِ انسانی کے لیے اُس کی دانشمندانہ، خیر اندیشانہ تمنا یہ ہوگی اور یہی اُس کی آخری تمنا ہوگی کہ عالمِ انسانیت کے تمام افراد نیک ہوں مگر نیکی کیا ہے ؟ اور نیک ہونے کا کیا مطلب ہے ! ؟ یہ بات تحقیق طلب ہے اس مضمون کا موضوع یہی ہے کہ نیکی کی حقیقت بیان کی جائے تاکہ اللہ کے بندے حقیقی طور پر نیک کردار بن سکیں ! ! واللہ الموفق۔

نیکی کیا ہے ؟

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ کا ترجمہ پڑھیے اُس میں نیکی کی حقیقت بیان کی گئی ہے :

''نیکی اور بھلائی یہ نہیں کہ (عبادت کے وقت) تم اپنے منہ پورب کی طرف پھیرلو یا پچھم کی طرف، نیکی اور بھلائی کی راہ تو اُن کی راہ ہے جو اللہ پر آخرت کے دن پر فرشتوں پر آسمانی کتابوں پر اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اللہ سے محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، جب قول وقرار کرلیتے ہیں تو اُسے پورا کرتے ہیں (زبان کے سچے، بات کے پکے ہوتے ہیں) تنگی اور مصیبت کی گھڑی یا خوف وہراس کے وقت ہر حال میں صبر کرنے والے (مضبوطی سے جمے رہنے والے) ہوتے ہیں، یہی ہیں وہ جو نیکی کے دعوے میں سچے ہیں اور یہی ہیں متقی پرہیزگار۔''[1]

''عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور کسی کو بھی اُس کا شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ، قرابت داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ وہ قرابت والے ہوں یا اجنبی جن سے کوئی رشتہ نہ ہو (نیز) پاس کے اُٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ اور اُن کے ساتھ جو مسافر ہوں، اُن غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ جن کے تم مالک ہو جو تمھارے قبضہ میں ہوں احسان اور اچھا سلوک کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ اُن کو دوست نہیں رکھتا جو اِترانے والے، ڈینگیں مارنے والے ہیں جو خود بھی بخیلی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُسے خرچ کرنے کے بجائے چھپا کر رکھتے ہیں۔ یاد رکھو اُن لوگوں کے لیے جو ہماری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ہم نے رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[2]

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۱۷۷ [2] سورۃ النساء آیت ۳۶ تا ۳۸

ان آیتوں میں مندرجہ ذیل باتوں کی ہدایت کی گئی ہے اور ان ہی کو نیکی فرمایا گیا ہے ان ہی کے مجموعہ کو ''اسلامی تہذیب'' کہا جاتا ہے۔

(١) اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لانا

(٢) مال کی محبت کے باوجود محبوب مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنا یعنی

(الف) رشتہ داروں

(ب) یتیموں، مسکینوں، راہگیروں اور سائلوں کو خدا کے لیے دینا

(ج) گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کرنا

(٣) نماز قائم کرنا

(٤) زکوۃ دینا

(٥) وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرنا

(٦) ہر حالت میں صبر کرنا (برداشت کرنا اور مضبوطی سے جمے رہنا)

(٧) ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

(٨) یتیموں اور مسکینوں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک وہ اجنبی ہوں یا رشتہ دار

(٩) اور ہم مذہب دوست احباب، جان پہچان کے لوگوں کے ساتھ

(١٠) مسافروں اور راہگیروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا (حسبِ ضرورت اُن کی امداد کرنا)

(١١) اور اُن غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ جن کے تم مالک ہو

یہ اسلامی اخلاق ہیں قرآنِ پاک میں اِن کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے۔ آنحضرت رسولِ مقبول ﷺ نے اِن کی قسمیں اور نوعیتیں اور ہر ایک کی فضیلتیں بیان کی ہیں ان سب کی تفصیل کے لیے ہزاروں صفحات درکار ہیں ان کے مطالعہ کے لیے بہت فرصت چاہیے مگر اتنی فرصت ہر ایک کو میسر نہیں آسکتی، یہاں ان کا لُب لُباب اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے جو عمل کرنے والے کے لیے کافی ہوگا انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اللہ پر ایمان :

(۱) بجلی کا ایک قمقمہ دیکھتے ہو تو یقین کر لیتے ہو کہ اِس کا بنانے والا کوئی ہے، کیا یہ انصاف ہوگا کہ سورج اور چاند، جگمگاتے ہوئے تارے، خاموش فضا، طوفانِ بد اَماں، سمندر، اُونچے پہاڑ اور صبح وشام کے حسین مناظر دیکھو اور شک وشبہ میں پڑ جاؤ کہ کیا اِن کا کوئی خالق کوئی پیدا کرنے والا اور کوئی بنانے والا ہے ! ! ؟ ؟

(۲) تاج محل کو دیکھتے ہو تو بے اختیار اُس کے بنانے والوں کی تعریف کرنے لگتے ہو، تمہارا حسنِ ذوق ان کی فن دانی، انوکھی مہارت اور اعلیٰ قابلیت کی داد دیتا ہے، تحسین وآفرین کی صدائیں بلند کرتا ہے تو نظام شمسی کا یہ تاج محل جو تمہارے سامنے ہے اور ہر طرف سے تمہیں گھیرے ہوئے ہے کیا اِس کا بنانے والا اِس کا مستحق نہیں ہے کہ تم اُس کی حمد وثنا کرو اُس کی تعظیم وتقدس کی تسبیح پڑھو۔ ؎۱

(۳) اس سے بڑھ کر نادان اور ہٹ دھرم یا مردہ دل کون ہوسکتا ہے جو اِس تاج محل بنانے والے کو کہے کہ وہ علم ودانش سے بے بہرہ ہے، نہ وہ علیم وخبیر ہے، نہ سمیع وبصیر، نہ اُس میں حیات ہے نہ اِختیار و اِرادہ ! ! !

(۴) سب سے بڑا رہنما اور لیڈر، بڑے سے بڑا فلسفی، زیادہ سے زیادہ کامیاب بیرسٹر اور لائیر اگر اِن کھلی ہوئی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا تو کیا اُس کا ضمیر روشن ہے یا اُس کے دل پر مہر لگ گئی ہے آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے، کان بہرے ہوگئے ہیں، غور کرو ! ! اور فیصلہ کرو ! ! !

توحید :

اگر اس بہترین کارگاہِ روز وشب اور بہترین کارخانہ موت وحیات کا خالق اور صانع سب سے زیادہ باکمال ہے تو وہ ایک ہی ہوگا اور بے نظیر و بے مثال ہوگا کیونکہ جس کے نظیر و ہمسر ہوں وہ سب سے زیادہ باکمال نہیں ہوسکتا، سب سے اہم سب سے بالا وہی ہے جو اپنی مثال نہ رکھتا ہو، جو انوکھا ہو

؎۱ جبکہ تم اسی کے اندر بسیرا کیے ہوئے ہو۔ محمود میاں غفرلہٗ

جو اکیلا اور نرالا ہو جس کا کوئی ہم جنس نہ ہو جس کا کوئی والد نہ ہو اور نہ وہ مولود ہو، اُس کے کوئی بیوی بھی نہ ہوگی کیونکہ نہ وہ کسی کی ذات کا ہے اور نہ کوئی اُس کی ذات کا، بے میل اور بے جوڑ بیوی سے شوہر کی عزت نہیں بڑھتی بلکہ اُس کے لیے ذلت اور بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔

''اقتدار'' اور '' شرکت'' ان دونوں میں تضاد ہے، اقتدار کے لیے شرکت توہین ہے اقتدار کا مطمحِ نظر ہوتا ہے '' اَنَا وَلَا غَیْرِیْ '' یا '' ہمچوں ما دیگرے نیست '' اور شرکت ہر قدم پر اِس کی تردید کرتی ہے۔

کہتے ہیں جمہوریہ میں اقتدار مشترک ہوتا ہے لیکن اس اشتراک کے باوجود زمامِ اختیار صرف ایک ہاتھ میں ہوتی ہے صدر یا وزیرِ اعظم، نہ وزیرِ اعظم دو ہوتے ہیں نہ صدر جمہوریہ ایک سے زائد، جمہوریہ ہو یا ملوکیت اور شخصی حکومت اُس میں پارلیمنٹ، سینٹ یا کیبنٹ اس لیے ہوتی ہے کہ قائد قادرِ مطلق نہیں ہوتا اُس کو تعاون کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر وہ تعاون سے مستغنٰی ہو جائے تو ڈکٹیٹر شپ کے علاوہ اور کوئی قبا[1] اپنے لیے موزوں نہیں سمجھتا اور اس کے دماغ کا غبار ہوتا ہے ﴿اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی﴾[2]

صفاتِ خداوندی :

(الف) ہم زندہ ہیں موجود ہیں مگر نہ زندگی اپنی نہ وجود اپنا، جو کچھ ہے وہ مستعار ہے کسی کا دیا ہوا ہے وہ جب چاہے گا لے لے گا، اصل وہ ہے جس کا وجود خود اپنا ہے کسی کا عطا کردہ نہیں ہے اُس کے وجود کو زوال بھی نہیں کیونکہ مانگا ہوا نہیں بلکہ اپنا ہے اس لیے ''لازوال'' ہے، جب اُس کو زوال نہیں تو وہ بقا ہی بقا ہے یعنی ازلی ابدی ہے، وہ مرکزِ وجود ہے، فنا کا وہاں نام نہیں۔ جب وہ مرکزِ وجود ہے تو ہر اثباتی صفت اُس کی اپنی صفت ہے لہٰذا حیات، قدرت، علم، سمع، بصر، کلام اور اِرادہ جیسی اثباتی صفات اُس کی اپنی صفات ہیں، یہ سمجھو کہ ذاتِ حق آفتاب ہے اور یہ صفات نورِ آفتاب، آفتاب ازلی اور ابدی ہے تو نورِ آفتاب بھی ازلی اور ابدی ہے کیونکہ آفتاب کے لیے نور لازم ہے، بے نور آفتاب

---

[1] لباس [2] سُورۃ النّٰزعٰت : ۲۴

آفتاب نہیں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ نور کو نہ عینِ آفتاب کہہ سکتے ہیں نہ غیرِ آفتاب، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ہیں نہ غیر۔

(ب) اُس کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی لیے وہ نظر نہیں آتا، نورِ آفتاب کی ایک انتہا ہے مگر ہم اُس کو پوری طرح نہیں دیکھ سکتے، ہماری نگاہ میں یہ طاقت نہیں کہ ہم آنکھ بھر کر آفتاب کو دیکھ سکیں یا دیکھتے رہیں۔ پس ہم اُس کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں جس کے نور کی کوئی انتہا ہی نہ ہو، وہ لامحالہ ظاہر ہے کیونکہ وہ آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہے اور اتنا زیادہ ظاہر ہے کہ اُس کے ظہور اور اُس کے نور کی کوئی انتہا نہیں ہے، لاچاری اور کمزوری کا پردہ ہماری نگاہوں پر ہے اُس پر کوئی پردہ نہیں وہ بے حجاب ہوتے ہوئے بھی باطن ہے اس لیے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتا مگر قصور کس کا ہے ؟ اور نقص کہاں ہے ؟ ؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ [1]

(ج) اُس کا نور بے انتہا ہے تو اُس کی لطافت بھی بے انتہا ہوگی لطافت میں طاقت ہے، ایٹم [2] میں لطافت زیادہ ہے کہ نظر نہیں آتا تو لامحالہ اُس میں طاقت بھی بہت زیادہ ہے پس اُس کی طاقت کی کیا انتہا ہوسکتی ہے جس کی لطافت کی کوئی انتہا نہ ہو۔

(د) کثافت کے لیے رُکاوٹ ہوتی ہے لطافت کے لیے کوئی رُکاوٹ نہیں، اُس کا نفوذ ہر جگہ ہوسکتا ہے، وہ پابند مکانیت نہیں ہوتی اس لیے ہر چیز سے باخبر ہوسکتی ہے، بس وہ لطیف ہے لہٰذا خبیر بھی ہے ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ [3]

نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کرسکتیں یہ ممکن نہیں کہ اِن مادّی نگاہوں کو اُس کا انکشاف میسر آجائے یعنی اُس کی حدود دریافت کرلیں اور اُس کی تہہ تک پہنچ جائیں اور حقیقت پالیں مگر وہ نگاہوں کا ادراک رکھتا ہے اُس کو ان کا پورا انکشاف حاصل ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ مکمل لطافت والا ہے اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔

---

[1] اگر کوئی چمگادڑ کی آنکھ والا دن میں نہ دیکھ پائے تو اِس میں سورج کے چشمہ کا کیا قصور ہے۔

[2] الجوھر الفرد [3] سُورۃ الانعام : ۱۰۳

(ہ) نظامِ شمسی ہم نہیں بنا سکتے کیونکہ ہم وہی چیز بنا سکتے ہیں جس کا تصور ہمارے دماغ میں ہو جو کسی مشاہدہ کی بنا پر پیدا ہوا ہو پھر اُس تصور کو نقشہ وخاکی کی صورت دی جا چکی ہو، اُس کے اوزار وآلات اور اُس کا میٹریل اور مادّہ فراہم ہو چکا ہو، نظامِ شمسی یا اُس جیسا کوئی بھی انوکھا نظام جس کا کوئی تصور پہلے سے نہ ہو صرف وہ بنا سکتا ہے جو خود انوکھا ہو جس کی ہر بات انوکھی ہو، جو نہ نقشہ کا محتاج ہو نہ مشین اور کارخانہ کا، جس کا حکم سب کچھ ہو وہ اپنے حکم سے ہی نیست کو ہست، معدوم کو موجود کر دے ایسی ہستی ہمارے مشاہدہ میں نہیں آسکتی مگر یقین رکھو ایسی ہستی ہے اور وہ خدا کی ہستی ہے وہ یقیناً ہے مگر ہمارے تصور سے بالا کیونکہ وہ بے مثل ہے بے نظیر ہے ﴿ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ ﴾ [1] (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

---

[1] سُورہ شورٰی : ۱۱

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

اپنا انجام :

☆ ہماری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں ہم ہر چیز دیکھ رہے ہیں مگر نہ صرف ہمارا بلکہ ہر ایک انسان کا یقین یہ بھی ہے کہ بہت سی بلکہ بے شمار چیزیں وہ ہیں جو ہمارے سامنے ہیں ہمارے پاس ہیں ہمیں گھیرے ہوئے ہیں مگر نظر نہیں آتیں، اس یقین نے ہمیں خوردبین کا شوق دلایا اور اس کی تصدیق کر دی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، خوردبین سے کام لیا گیا یہاں تک کہ اُس سے کام لینے کی جو آخری حد تھی وہ ختم ہوگئی مگر اس یقین میں پھر بھی کوئی فرق نہیں آیا کہ ابھی اور بھی بے شمار حقیقتیں ہیں جو نظر نہیں آتیں، یہ ہمارے اندر بھی ہیں اور باہر بھی ہمارے بدن سے خول کی طرح لپٹی ہوئی ہیں اور ہمارے بدن سے الگ بھی ہیں ان کے متعلق ہماری تحقیق جاری ہے اور نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں۔

☆ کون جانتا تھا کہ ہماری زبان سے جو لفظ نکلتے ہیں اُن کا وجود ہے اور یہ باقی رہتے ہیں کسی کے ہاتھ چوم لیے کسی کی آمد پر آپ استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے کسی کے طمانچہ ماردیا، یہ سب ہاتھ پاؤں یا بدن کی حرکتیں ہیں ختم ہوگئیں ان کا کیا وجود ؟ لیکن ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ہمیں صرف بتایا نہیں بلکہ دکھایا کہ جو لفظ بھی زبان سے نکلتا ہے وہ باقی رہتا ہے، ہر ایک عمل کا وجود ہے اور اُس وجود کی بقا ہے، کیا اِس وجود کی کوئی تاثیر بھی ہے ؟

☆ آپ نے کسی کی تعریف کی کسی کو گالی دی کسی کے ہاتھ چومے کسی کے لیے کھڑے ہوئے کسی کے طمانچہ مارا، کیا ان کاموں کی تاثیر نہیں ہے ؟

وہ تاثیر ختم ہو جاتی ہے یا جس طرح عمل کا وجود باقی رہتا ہے وہ تاثیر بھی باقی رہتی ہے ؟ دس سال پہلے کسی نے ہماری تعریف کی تھی پندرہ سال پہلے کسی نے گالی دی تھی، آج تک تعریف کرنے کی محبت اور گالی دینے والے سے نفرت ہمارے دل میں باقی ہے، ہاتھ چومنے والے کی محبت کا بیج جو پچیس سال پہلے یا طمانچہ مارنے والے سے نفرت کا کڑوا پودا جو ہمارے ذہن کی زمین میں پچیس سال پہلے لگ گیا تھا وہ فنا نہیں ہوا بلکہ اُس جیسی باتیں کچھ اور ہوتی رہیں تو یہ بیج پودا پھر درخت بن گیا اِس پر اُسی جیسے پھل بھی آنے لگے، ہاں اگر اس جیسی چیزوں سے اس کی آبیاری نہیں ہوئی یا برائی کرنے والے نے کوئی بھلائی کردی تو یہ پودا مرجھا بھی جاتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے۔

☆ مختصر یہ کہ عمل، عمل کا وجود اور اس کی تاثیر صرف خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ حقیقتیں ہیں جیسے ہی ہماری آنکھ کھلتی ہے آنکھ کی پتلی گھومتی ہے تو ایک سیکنڈ نہیں بلکہ سیکنڈ کے بھی بہت تھوڑے سے لمحہ میں وہ چاند سورج اور اُن تاروں تک پہنچ جاتی ہے جن تک ہم سینکڑوں سال کی مسافت کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتے، اگر نظر و نگاہ کے اس عمل کا انکار کیا جا سکتا ہے تو عمل، وجودِ عمل اور اُس کی تاثیر کا بھی انکار کیا جا سکتا ہے اور اس انکار کو معقول قرار دیا جا سکتا ہے۔

☆ رحم و کرم، انصاف، شرم و حیا، سنجیدگی، بردباری، عقلمندی، حق پسندی، سخاوت، فیاضی اور ان کے مقابلہ میں ظلم، جبر، قہر، کرختگی، تندمزاجی، ضد، ہٹ، بخل، حرص، طمع وغیرہ یہ سب اچھے اور برے

اخلاق ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا جسم انسان میں ان کا وجود ہے اوران کے اثرات ہیں یا محض تصورات اور تخیلات ہیں، حقیقت میں نہ اِن کا وجود ہے نہ تاثیر ؟ مگر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سودا، صفراء، بلغم وغیرہ جن کو مزاج کہا جاتا ہے وہ جسم انسان میں ہوتے ہیں تو ان کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں ان کا انکارنہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے اثرات سے انسان کا مزاج معلوم کیا جاتا ہے کہ وہ صفراوی ہے یا دموی یا سوداوی، انہی اثرات سے صحت اور بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے، تو کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ چہرے پر نظر ڈالتے ہیں تو اُس کے رنگ، رنگ کے گہرے اور ہلکے ہونے سے چہرے کی ساخت اور اُس کی کشادگی، بشاشت یا انقباض، آنکھوں، بھووں اور ناک کی مختلف صورتوں، پیشانی کی دھاریوں اور چہرے کی جھریوں اور بہت سے ماہرین ہتھیلی اور اُنگلیوں کی دھاریوں سے بھی اخلاق اور نفسیات کا اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ شخص نرم دل، انصاف پسند، فیاض طبع، دانشمند، سنجیدہ اور بردبار ہے یا اس کے برعکس سخت دل، ہٹ دھرم، بخیل، طامع اور حریص ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بلغم وغیرہ مزاجوں کے وجود کو حقیقت تسلیم کرتے ہیں، ان کے اثرات کو مانتے ہیں اِن کا انکار نہیں کر سکتے اِن کی خرابیوں سے بچنے اوران کو درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اچھے اور برے اخلاق کی تاثیرات کو تسلیم نہ کریں اور ان کو وہم، خیالِ خام اور بے معنی تخیل اور عوام کا جاہلانہ عقیدہ تصور کریں اِن کی اصلاح اور ترقی کی کوشش نہ کریں۔ اگر مزاج کی خرابی کا نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ہم بیمار پڑ جاتے ہیں یا صحت مند ہو جاتے ہیں تو کیا اخلاق کے نتائج نہیں ہوں گے اور وہ اس وقت ہمارے سامنے نہیں آئیں گے، جب اخلاق کے نتائج ہی ہمارے سامنے ہوں گے اور انہیں کے ماحول میں ہم گھرے ہوئے ہوں گے۔

☆ یہ اچھے برے اخلاق کا مالک، یہ عمل کرنے والا شخص یعنی انسان کیا ہے، اس کی زندگی کیا ہے، موت کیا ہے، بچپن، جوانی، بڑھاپا کیا ہے ؟ مرنے پر انسان ختم ہو جاتا ہے یا صرف قالب بدلتا ہے، زید زید ہی رہا، بچپن جوانی بڑھاپے چولے[1] تھے بدلتے رہے مگر زید جو حقیقت ہے وہ نہیں بدلا

---

[1] لباس

اُس کا جوہر بدستور رہا، صرف چولا بدلتا رہا، اسی طرح موت صرف چولا بدلنے کا نام ہے یا ہست سے نیست اور وجود کے بجائے سراسر فنا ہو جانے کو موت کہتے ہیں، گویا سطحِ دریا پر ایک بلبلا تھا ہوا کا جھونکا چلا فنا ہو گیا مگر بلبلے میں عمل کہاں ،فکر وفہم اور ترقی و اِرتقاء کا جذبہ کہاں، کوئی بھی مذہب انسان کو بلبلا اور موت کو فنا نہیں کہتا بلکہ مذہب کا مدار ہی اس پر ہے کہ موت کو فنا نہ مانا جائے بلکہ انسان کو ایک دائمی حقیقت مانا جائے جو موت پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک لا زوال زندگی اختیار کرتی ہے۔

☆ آپ اگر سلسلہ اِرتقاء کے قائل ہیں تو پیچھے لوٹیے اور زمانہ ماضی کے اس بعید نقطہ کا تصور کیجیے جب بقول اہلِ ارتقاء زمین کا یہ کرہ سورج کے آتشیں گولے سے الگ ہوا تھا، نہیں معلوم کتنی مدت اس کے سرد اور معتدل ہونے میں گزری جب یہ اس قابل ہوا کہ زندگی کے عنصر اس میں نشو ونما پا سکیں اُس کے بعد وہ وقت آیا جب اس کی سطح پر نشو ونما کی سب سے پہلی داغ بیل پڑی پھر نہیں معلوم کتنی مدت کے بعد زندگی کا وہ سب سے پہلا بیج وجود میں آسکا جسے پروٹو پلازم (Protoplasm) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر حیاتِ عنصری کے نشو ونما کا دور شروع ہوا اور نہیں معلوم کتنی مدت اس پر گزر گئی کہ اس دور نے بسیط سے مرکب تک اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک ترقی کی منزلیں طے کیں یہاں تک کہ حیوانات کی ابتدائی کڑیاں ظہور میں آئیں اور پھر لاکھوں برس اس میں بھی گزر گئے کہ یہ سلسلہ ارتقاء وجود انسانی کی سطح تک پہنچا پھر انسان کے جسمانی ظہور کے بعد اس کے ذہنی ارتقاء کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک طویل مدت اس پر گزر گئی، بالآخر ہزاروں برس کے دماغی اور ذہنی ارتقاء کے بعد وہ انسان ظہور پذیر ہوسکا جو کرۂ ارض کے تاریخی عہد کا متمدن اور عقیل انسان ہے، گویا زمین کی پیدائش سے لیکر ترقی یافتہ انسان کی تکمیل تک جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ بنتا سنورتا رہا ہے وہ تمام تر انسان کی پیدائش ہی کی سرگزشت ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس وجود کی پیدائش کے لیے فطرت نے اس درجہ اہتمام کیا ہے، کیا یہ سب کچھ صرف اس لیے تھا کہ وہ پیدا ہو، کھائے، پیئے، اولاد پیدا کرے اور مرکر فنا ہو جائے
﴿ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمُ ﴾ [1]

---

[1] سُورۃ المومنون : ۱۱۶

☆ قدرتی طور پر یہاں ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے، اگر وجودِ حیوانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کرتا رہا ہے تو مستقبل میں یہ تغیر و اِرتقاء کیوں نہ جاری رہے اور اِس پر بندش کی مہر کیوں لگ جائے۔

☆ یہ عالَم یہ دنیا جہاں ایک ہی ہے جس میں ہم موجود ہیں یا اور بھی عالَم ہیں ؟ کہا جاتا ہے کہ نظامِ شمسی ایک نہیں بلکہ اتنے ہیں کہ اِن کا شمار مشکل ہے، پرانے لوگ ''ہژدہ ہزار عالَم'' اٹھارہ ہزار جہاں کہا کرتے تھے، وہ عالَم اور جہان یہ نظامِ شمسی ہیں یا وہ اور جہان ہیں اور اِن کا نظام علیحدہ ہے، یہ بہت سے جہاں ایک ہی مادّہ سے ہیں یا ان کے مادّے الگ الگ ہیں۔ انسان خاکی ہے مگر ایسی بھی مخلوق ہے جس کو ناری کہا جاتا ہے اور ایسی بھی ہے جو نہ ناری ہے نہ خاکی ہے، انسان خاکی ہے تو اس کی تحقیق کے تمام آلات بھی خاکی ہیں اس لیے وہ انہیں کا انکشاف کرسکتا ہے جو خاکی ہیں جو خاکی نہیں ہیں وہ اس کے انکشاف کے دائرہ میں بھی نہیں آسکتے، خواہ دائرہ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہوجائے۔

ہر مذہب، ہر فرقہ روح کو مانتا ہے مگر وہ ازلی ابدی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی یا فانی ہے اِس کا تعلق خدا کے ساتھ کیا ہے اور انسان کے ساتھ کیا ؟ وہ خاکی ہے یا ناری یا ہوائی یا اس کے علاوہ کچھ اور ہے اور اس کا عالَم اور جہاں ہمارے موجودہ جہان سے الگ ہے مگر ایسا تعلق رکھتا ہے جیسے گلاب اور عطرِ گلاب، گویا وہ اس عالَم کا جوہر ہے یا وہ نورِ خدا کا الگ سے پَرتَو[1] ہے جیسے آفتاب کی کرن۔ یہ سب مسائل ایسے ہیں کہ دنیا کے محقق، فلسفی اور دانشور ہمیشہ اِن پر غور کرتے رہے، الگ الگ نظریات قائم کرتے رہے ! ! !

قرآنِ حکیم نے صرف دو فقروں میں اس پیچیدہ سوال کا جواب دے دیا ہے :

﴿ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ [2]

''اے نبی ﷺ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے وہ میرے پروردگار کے حکم سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا۔''

---

[1] عکس، سایا [2] سُورہ بنی اسرائیل : ۸۵

مطلب یہ ہے کہ روح نہ اَزلی ہے نہ اَبدی، وہ قدیم نہیں پیدا شدہ ہے اس کی پیدائش تمہارے مادّہ سے نہیں بلکہ الگ مادّہ [1] سے ہوئی ہے جس کے لیے خاص طور پر حکم الٰہی کارفرما ہوا، تم اس کی حقیقت نہیں معلوم کر سکتے کیونکہ تمہارا علم بہت تھوڑا اور بہت محدود ہے، تمہارا علم صرف اِس عالَم تک ہے جس کو عالَمِ انسان یا خاکی عالَم کہا جاتا ہے، جو عالَم اس کے علاوہ اس سے بالا یا اس سے پست ہو تمہارا پروازِ فکر اُس تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆ جب ہمارے عمل کا وجود ہے، اس کی تاثیر ہے، وہ باقی رہتی ہے، اخلاق کا بھی وجود ہے اس کی تاثیریں ہیں تو قدرتی طور پر سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ اِرتقاء جو انسان کے وجود اور اس کے عمل تک جاری تھا، کیا وہ آئندہ بند ہوگیا ؟ کیا ان اعمال اور اخلاق کی تاثیرات میں ارتقاء نہیں ہوتا ؟ انڈے کے اندر سفید سفید مرطوب چیز ہوتی ہے، اس میں نشوونما ہوتا ہے تو سفیدی زردی ہو جاتی ہے، زردی کا نشوونما اس کو گوشت، ہڈیوں، پروں اور پنجوں کی شکل میں بدل دیتا ہے، یہ نشوونما آگے قدم بڑھاتا ہے تو انڈے کے چھلکے کو پھاڑ دیتا ہے اور چوزہ بن کر ایک نئے عالَم میں گردش کرنے لگتا ہے، تمہیں حیرت نہ ہونی چاہیے اگر انڈے کی مثال کو سامنے رکھ کر کہا جائے کہ اعمال اور اخلاقِ انسانی کی تاثیرات نشوونما پاتے ہوئے اور ترقی کرتے کرتے اس حد پر پہنچیں گی کہ نظام شمسی یا جس نظام میں بھی موجود ہیں وہ چھلکے کی طرح پھٹ جائے گا اور انسان ایک نئے عالَم میں ظہور پذیر ہوگا جو اُس کے اعمال واخلاق کی ترقی یافتہ شکل کا عالَم ہوگا۔

☆ ''فکرِ مستقبل'' انسان کا سب سے پہلا فرض ہے، اگر آپ غروب آفتاب سے پہلے رات گزارنے کا انتظام ضروری سمجھتے ہیں، سفر سے پہلے سامانِ سفر اور جس منزل پر آپ کو پہنچنا ہے اُس منزل کا اتا پتا معلوم کرنا تقاضائے عقل قرار دیتے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ اِن سوالات کے جوابات تلاش کریں جن کا تعلق آپ کے مستقبل سے ہے لیکن انسان کی عقل جو مادّیت کے گھروندے میں پھنسی ہوئی ہے وہ اُس مستقبل کو کیسے معلوم کر سکتی ہے جو اِس خاکی مادّے سے بالا ہے اور بلند ہے۔

---

[1] یعنی جوہرِ رُوحانی، روحِ طیب، روحِ خبیث

قرآنِ حکیم نے اسی مستقبل کو ﴿ اَلْیَوْمُ الْاٰخِرُ ﴾ پچھلے دن، بعد میں آنے والے دن سے تعبیر کیا ہے اور اس کو یہ اہمیت دی ہے کہ نیکی کی تعریف کرتے ہوئے ایمان باللہ (اللہ پر ایمان لانے) کے بعد سب سے پہلے اسی کو شمار کرایا ہے۔

☆ اچھا، وہ خدا جس نے ہماری زندگی کی سدھار اور ترقی کی چیزیں پیدا کیں اور ہمارے کام میں لگا دیں، سانس لینے کے لیے ہوا، گرماہٹ کے لیے آفتاب کی شعائیں اور تازگی کے لیے پانی رہنے کے لیے زمین اور اُڑنے کے لیے آسمانی فضا اور اس طرح کی ہزاروں نعمتیں پیدا کیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے، جس نے شکمِ مادر میں بھی ہمارے لیے غذا پیدا کی اور جیسے ہی شکمِ مادر سے بچہ باہر آیا اُس کی غذا آغوشِ مادر میں خاص اُس جگہ پیدا کر دی جہاں اُس کا منہ رہتا تھا اور جبکہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس انجانی کے وقت میں بھی اس کو یہ بتا دیا کہ وہ کس طرح پستانِ مادر کو چوسے اور کس طرح اپنا ننھا سا پیٹ بھرے۔ کیا اُس نے ہماری اُس زندگی کی اصلاح اور درستی کی صورت نہیں بتائی ہوگی جو حقیقی اور لازوال زندگی ہے، وہ رب العالمین جس نے ارتقا کی منزلیں طے کرا کر انسان کو اپنی قدرت کا شاہکار بنایا پھر تخلیقِ انسان میں یہ عجوبہ کاری کہ معمولی سے بلکہ موہوم سے جرثومہ کو تولید کے مراحل طے کرائے، ہر مرحلہ میں اُس کی نگرانی اور اُس کی مخصوص مہربانی اِس کی کارساز و کارفرما رہی، ماں کی مامتا کے ظہور میں ابھی چند ماہ تھے کہ اُس رب اور پروردگار کی شفقت نے جرثومہ کو خون پھر گوشت کا ٹکڑا، پھر نمونہ انسان، پھر طفل انسان بنایا پھر اس طفل کے لیے آغوش مادر کو خزانہ محبت، شفقت پدر کو سائبانِ رحمت کی حیثیت بخشی، جب اس کی اس چند روزہ زندگی کے لیے قدرت کی یہ تمام فیاضیاں اور خلق و تدبیر کی یہ تمام کارسازیاں ہیں، کیا عقل فیصلہ کر سکتی ہے کہ اُس نے مابعد الحیات کی ارتقائی منزلوں کے لیے کوئی انتظام نہ کیا ہوگا ؟ جس رب العالمین نے انسان کی پرورش کے لیے انوکھا اور عجیب وغریب نظام قائم کر رکھا ہے کیا ممکن ہے اُس نے مستقبل کی فلاح و سعادت کے لیے کوئی نظام کوئی قانون نہ بنایا ہو، کوئی قاعدہ مقرر نہ کیا ہو، جس طرح حال کی ضرورتیں ہیں ایسے ہی مستقبل کی ضرورتیں ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ حال کی ضرورتوں کے لیے تو اُس کے پاس سب کچھ ہو لیکن مستقبل

کی ضرورتوں کے لیے اُس کے پاس کوئی کارسازی اور کوئی پرورد گاری نہ ہو۔

☆ صحیح ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے مگر ایجاد کس طرح ہوتی ہے، ضرورت کا احساس لوگوں میں بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ ضرورت دماغوں پر مسلط ہوتی ہے، چارہ کار کی فکر میں دماغ مصروف رہنے لگتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے وہی ضرورت اور اُس کے چارہ کار کی ادھیڑ بن ذہنوں میں رہتی ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ انہیں سوچ وِچار کرنے والوں میں سے کسی ایک کے دماغ میں ایک جھلک سی آتی ہے، وہ جھلک رہنمائی ہوتی ہے چارہ کار کی اب ذہن اس جھلک کے پیچھے چلتا ہے اُس کے ہر ایک پہلو پر غور کرتا ہے تو اس ضرورت کے متعلق تدبیریں سامنے آجاتی ہیں جن سے ایک منصوبہ مرتب ہو جاتا ہے وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جو اس سوچ وِچار میں تھے تو ہر ایک ذہن اس منصوبہ کو قبول کر لیتا ہے اور ایک چیز کی ایجاد ہو جاتی ہے، آپ اس جھلک کو الہام کہہ سکتے ہیں یہ اُن کو ہوتا ہے جو اس ضرورت سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں اس کے نشیب وفراز سے واقف گویا اس ضرورت کے سلسلے میں ماہر فن ہوتے ہیں۔

☆ وہ بندگانِ خدا جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے، نوعِ انسان کی ہمدردی ان کی فطرت کا جوہر ہوتی ہے، وہ اس ہمدردی میں پورے مخلص اور ہر طرح سچے ہوتے ہیں، نوعِ انسان کی فلاح و بہبود اُن کا نصب العین ہوتی ہے، خرابیاں اور برائیاں ان کے لیے دردِ جگر اور سوہانِ روح ہوتی ہیں، وہ اس فکر میں رات دن منہمک رہتے ہیں کہ کس طرح خرابیاں دُور ہوں اور فلاح و بہبود کے راستہ کو انسان اختیار کریں، یہی باتیں ان کے ذہنوں کی ادھیڑ بن ہوتی ہیں اس طرح کی جھلک ان کے سامنے بھی آتی ہے جس کا تعلق انسان کے مستقبل، اُس کی روحانی ترقی اور اُس کی فلاح و بہبود سے ہوتا ہے، یہ جھلک جس کو ہم نے اِلہام کہا تھا یہی الہام ہے جس سے مستقبل کی ضرورتوں کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔

تمدن یا مادّی ترقیات کے سلسلہ میں جو مسائل سامنے آتے ہیں اُن میں جو اُلجھن پیدا ہوتی ہے وہ اخلاقی یا روحانی مسئلہ نہیں ہوتا اس کا تعلق کسی فن یا آرٹ سے ہوتا ہے لہٰذا اُس فن کی مہارت اور اُس کی ترقی کی لگن تو ضروری ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہوتا کہ یہ ماہر شخص اخلاق اور روحانیت میں

بھی کمال رکھتا ہو مگر وہ مسائل جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ان کا سارا تعلق اخلاق اور روحانیت سے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس کو اِلہام کی روشنی عطا ہو وہ روحانیت میں سب سے بلند اخلاقی کمالات میں سب سے اُونچا ہو، بچپن سے اس کو یہی لگن رہی ہو، سچائی، پاکبازی، امانتداری جیسے اعلیٰ اخلاق کا بہتر نمونہ ہو، خالق ذوالجلال پر پورا یقین اور بھروسہ رکھتا ہو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا خدا پرست، خدا ترس ہو۔

☆ یہ غلط اور قطعاً غلط ہے اور سراسر نادانی ہے کہ اللہ میاں انسان کی شکل میں آتا ہے اور انسان اوتار[1] بن جاتے ہیں بلکہ جانا پہچانا تجربہ جس سے انکار نہیں ہوسکتا یہی ہے کہ اللہ میاں انسانوں کو انسانوں کے ذریعہ ہی سکھاتا ہے، تمام ایجادیں اسی طرح ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی ماہر کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے وہ اس کا تجربہ کرتا ہے تجربہ صحیح ہوتا ہے تو اُس کو چلاتا ہے پھیلاتا ہے رواج دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے بڑے بڑے ماہر پیدا کیے اُن کے دلوں میں روحانی کمالات اور اُخروی ترقیات کی باتیں ڈالیں، ان کے لیے خاص خاص پیغام نازل کیے، یہ ماہرین ''انبیاء'' تھے اور یہ پیغامات ''کتابیں'' آخری پیغام ''قرآنِ حکیم'' ہے۔ مادّی ترقیات ادھوری ہیں، انسان رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے کیونکہ مادّی ترقی نہ ہونے سے انسان کے روحانی کمال میں فرق نہیں آتا لیکن روحانی تعلیم کا اثر انسان کے مستقبل پر یعنی اُس کی آخرت پر پڑتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے روحانی تعلیمات کو پہلے ہی مکمل فرمادیا تاکہ جس کو توفیق ہو وہ روحانی کمال حاصل کرے اور ناواقفیت کا عذر باقی نہ رہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ مکی ﷺ آخری نبی ہیں جن کے ذریعہ روحانی تعلیم مکمل فرمادی گئی اور سلسلہ نبوت ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا، اللہ کا آخری پیغام یعنی قرآنِ حکیم جو رُوحانی کمالات کا مکمل درس ہے اُس کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا، سینکڑوں برس گزر گئے وہ اب تک اُسی طرح محفوظ ہے ایک شوشہ کا فرق بھی اس میں نہیں آیا، ہر دور اور ہر زمانہ میں لاکھوں انسان اس کے حافظ رہے،

---

[1] ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق خدا کا کسی انسان کے جسم میں داخل ہوکر مخلوق کی اصلاح کے لیے دنیا میں آنا۔

حافظ ہیں اور اسی طرح حافظ رہیں گے، ہزاروں بلکہ لاکھوں حافظ ہر سال رمضان شریف میں یہ قرآن نمازوں میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو سناتے ہیں، کوئی بھی حافظ اگر معمولی سے معمولی غلطی بھی کرتا ہے تو دوسرا حافظ فوراً اُسے ٹوک دیتا ہے اور اُس کو آگے پڑھنے نہیں دیتا جب تک وہ اپنی غلطی کی اصلاح نہ کرلے، اس طرح ہر سال لاکھوں مسلمان پورے قرآن کو اَز اوّل تا آخر چیک کرتے ہیں اور اِسی بنا پر ان کو پورا یقین ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا تھا اور چونکہ خدا کی مرضی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رہے اور لوگ اس سے ہدایت پاتے رہیں، اُسی اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھنے کا یہ غیر معمولی حیرت انگیز طریقہ سمجھا دیا جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب کے پاس نہیں ہے اور یہی حفاظتِ قرآن کا راز ہے۔ (جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۳

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دین کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

بن دیکھی مخلوق :

☆ فکرِ سلیم اور صحیح عقل نے کبھی بھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ مخلوق ہو خالق نہ ہو، حیرت انگیز کاریگری ہر جگہ جلوہ افروز ہو اور کاریگر کوئی نہ ہو، ہماری آنکھیں جن کو دیکھتی ہیں اُن میں سب سے بڑا آفتاب ہے یہ نیر درخشاں، یہ شمس منیر آزاد ہے یا پابند ؟ ایک ہزار سال پہلے یہ دہلی یا مثلاً لندن کے اُفق پر یکم جنوری کو جس لمحہ اور جس سیکنڈ پر طلوع ہوا تھا ایک ہزار سال بعد بھی اُسی لمحہ اور اُسی سیکنڈ پر طلوع ہو رہا ہے، غروب کا وقت بھی وہی ہے، نہ طلوع میں فرق نہ غروب میں، یہ جتنا بڑا ہے اُتنا ہی زیادہ پابند، ماہرینِ علوم نے اس کی پابندی کو معیار بنایا اس سے جنتریاں تیار کیں اور کی جارہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ حیرت انگیز پابندی موجود ہو، پابند کرنے والا کوئی نہ ہو ؟ ؟

عقل و دانش نے کبھی بھی اس کو تسلیم نہیں کیا اسی لیے وہ مجبور ہوئی کہ وہ اس کائنات کا خالق مانے اور تسلیم کرے کہ وہ قادر ہے وہ صاحبِ حکمت علیم و خبیر ہے۔

فکرِ صحیح اور عقلِ سلیم اس بات کے ماننے پر بھی مجبور ہوئی کہ ہماری اِن ہی کھلی ہوئی آنکھوں کے سامنے ایسی چیزیں بلکہ ایسی حقیقتیں بھی ہیں جو موجود ہیں اور ممکن ہے کہ ان کا وجود ہمارے وجود سے زیادہ باعظمت ہو مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتیں، خود ہماری اپنی نظر و نگاہ ہے جو سب کچھ دیکھتی ہے ہم اِس کے ذریعہ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ہم خود نظر و نگاہ کو نہیں دیکھ سکتے۔

یہ ''جان'' کیا ہے ؟ ہمارے اندر موجود ہے ہمارا وجود اس پر منحصر، یہ نہ ہو تو ہم نہ ہوں مگر کیا کسی نے اپنی جان کو دیکھا ہے ؟ ؟ کیا جان نظر آسکتی ہے ؟ ؟ ؟

ہم ہیں بلا شبہ ہم ہیں مگر کیا کبھی ہم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک بلاشبہ نظر آتے ہیں مگر جس کو ہم ''ہم'' سمجھتے ہیں جس کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ ہم زید ہیں، ہم عمر ہیں، ہم بکر ہیں کیا کبھی کسی نے اس ''ہم'' کو دیکھا ہے، بہرحال جس طرح فطرتِ سلیم خالق کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے ایسے ہی خالق کے علاوہ ایسی کائنات کے ماننے پر بھی مجبور ہے جو اپنا وجود تو رکھتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی ان دونوں کا ماننا تقاضائے فطرت ہے ان کے ماننے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

☆ البتہ غلطی یہ ہوئی اور بہت سخت غلطی ہوئی کہ ہم نے خالق کو مخلوق پر قیاس کر لیا، جس طرح ہم کھاتے پیتے کسی مکان میں رہتے ہیں ایسے ہی وہ خالق جس کو خدا یا اللہ، گاڈ یا پرماتما کہا جاتا ہے وہ بھی کھاتا پیتا ہوگا آرام کرتا ہوگا کسی مکان میں رہتا ہوگا اُس کی بیوی ہوگی اولاد ہوگی وہ اگر بادشاہ ہے تو اُس کے وزیر اور مشیر ہوں گے وغیرہ وغیرہ، دوستوں اور مددگاروں کا اُس پر دباؤ ہوگا وہ ان کی باتیں مانتا ہوگا۔

یہی مغالطہ تھا جس کی بنا پر لوگوں نے دیوتا مانے کہ وہ خدا کے مددگار ہیں ان کو خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے دیوتا جب خدا کی مدد کرتے ہیں تو وہ اس کی بھی مدد کرتے ہیں جو ان سے مدد چاہتا ہے خدا سے مدد مانگنا دُور کی بات ہے اس سے قریب یہ ہے کہ دیوتاؤں سے مدد مانگو۔

کسی نے اللہ کو کھانے پینے والا مانا تو اس کے کھانے پینے کے لیے کچھ پیش کرنا ضروری سمجھا وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتے تھے تو اُس کے نام کے بت بنائے وہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں ان کے چرنوں پر جانداروں کو قربان کرتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسانوں کو، انسانوں کے بچوں کو اور انتہا یہ کہ خود اپنے بچوں کو بھی ان کی چوکھٹوں پر قربان کر دیتے ہیں ان کا خون ان پر ڈالتے ہیں۔

کچھ وہ ہیں جو بظاہر صاحبِ علم و فضل اور اَربابِ دانش ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے مگر وہ تین میں ایک ہے اُس کا بیٹا بھی ہے اُس کا جوہر باپ کا جوہر ہے وہ بھی ازلی ہے اِس لیے اس کو مخلوق نہیں کہتے ہیں، کہتے ہیں وہ مولود ہے، ایک اور بھی ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں مگر تینوں ایک ہیں جب بیٹا مانتے ہیں تو بیوی کا انکار نہیں کر سکتے۔

چوتھی صدی عیسوی کے ربیع الاوّل پر (جولائی ۳۲۵ء میں) جو کانفرس قسطنطینِ اعظم کی دعوت پر نیقا میں ہوئی اُس نے یہ عقیدہ طے کیا جس کو ''عقیدۂ متفقہ نیقیہ'' کہا جاتا ہے۔

> ''ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا پر جو باپ اور مالک ہے، سب کا بنانے والا، ان چیزوں کا جو دیکھی جاتی ہیں اور اُن کا جو نہیں دیکھی جاتی ہیں اور ایمان رکھتے ہیں خداوند یسوع مسیح خدا کے فرزند پر جو پیدا ہوا ہے باپ سے اکیلا مولود یعنی پیدا ہوا ہے جوہر سے جو باپ کا ہے، خدا ہے خدا کا، نور ہے نور کا، اصلی خدا اصلی خدا کا، مولود ہے مصنوعی نہیں ہے کیونکہ وہ اور باپ ایک جوہر سے ہیں، اُسی نے بنایا ہے تمام اشیاء کو جو آسمان پر ہیں یا زمین پر جس نے ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے لیے نزول کیا آسمان سے اور وہ مجسم کیا گیا اور بنایا گیا، انسان صلیب پر چڑھایا گیا اور اُٹھا تیسرے دن اور چڑھ گیا آسمان پر اور وہ آئے گا پھر مُردوں اور زندوں کے درمیان عدل کے لیے اور ایمان رکھتے ہیں ہم روح القدس پر۔''

یہ عبارت ہے اُس تحریر کی جو اُس وقت سے آج تک ''عقیدہ متفقہ نیقیہ'' کے نام سے مشہور ہے بعد کی صدیوں میں اس پر اضافے بھی ہوتے رہے، چند فقرے جن سے اریوسی عقیدے کی تردید

ہوتی ہے بڑھائے گئے، وہ فقرے یہ ہیں :

''لیکن جو کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ وہ نہ تھا اور کہتے ہیں کہ مولود ہونے سے پہلے وہ نہ تھا اور اس کا وجود ایسی چیز سے ہوا جو پہلے نہ تھی یا جو لوگ مانتے ہیں کہ خدا کے فرزند کی ذات یا اُس کا جوہر خدا کی ذات اور جوہر سے جدا ہے یا یہ کہ وہ مصنوع تھا یا تابع تغیر وتبدل ہے تو کلیسا ایسے تمام لوگوں کی تردید کرتا ہے۔''[1]

تعجب ہے ان اربابِ دانش پر جو کانفرس کے فیصلہ کو خداوندی فیصلہ قرار دیتے ہیں، اگر کانفرسوں کے فیصلے خدائی فیصلے ہوتے ہیں تو ہر ایک پارلیمنٹ کے فیصلے خداوندی ہوں گے، بے شک اس کانفرس میں شریک ہونے والے وہ تھے جو عیسائیت میں نہایت پختہ تھے اور بہت سوں نے قربانیاں بھی دی تھیں مگر ہر پختگی دلیل صداقت نہیں ہوتی، آخر کمیونسٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ہمہ قسم کی قربانیوں کے باوجود ان کو مصلح نہیں کہا جاتا اور دنیا کو ان سے خوف زدہ کیا جاتا ہے۔

☆ کچھ نے کہا کہ خالق ضرور ہونا چاہیے مگر ایک نہیں بلکہ کم از کم دو :

ایک خالقِ خیر ، دوسرا خالقِ شر حالانکہ قادرِ مطلق ایک ہی ہوسکتا ہے، دو ہوں گے تو مطلق کوئی بھی نہ ہوگا، ہر ایک دوسرے کا پابند ہوگا، پابند نہ ہوگا تو باہمی اختلاف ہوگا۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوسکتے، ایک قمقمے میں بیک وقت دو کرنٹ نہیں دوڑ سکتے تو ایک مخلوق کے دو قادرِ مطلق خالق کیسے ہوسکتے ہیں ؟

☆ حقیقت یہ ہے کہ اُس انسان کی کوئی حیثیت نہیں جس میں ترقی کی اُمنگ نہ ہو، جب بندۂ عاجز ترقی کی اُمنگ سے محروم نہیں اور یہ جذبہ اُس کی قابلیت اور صلاحیت کے لیے بہترین جوہر ہے تو کیا خدائے قادر میں ترقی کا جذبہ نہیں ہوگا ؟ مخلوق سے وہ پہلے ہی برتر و بالا ہے تو ترقی کا یہ جذبہ دوسرے خدا کے مقابلہ پر بھی ہوگا، لامحالہ ایک دوسرے پر غالب آجائے گا تو لامحالہ خدا وہی ہوگا جو غالب ہوگا، بہرحال اس طرح کے مغالطے تھے جو فکرِ انسان کو پیش آئے جن کی بنا پر بہت سے مذہب بن گئے۔

---

[1] ''قسطنطین اعظم'' مصنفہ جان بی فرتھ اسکوائر، ترجمہ محمد عنایت اللہ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷

☆ خالق کو تسلیم کرنا (یعنی ایمان باللہ) سب سے پہلا فرض ہے، مخلوق کا یہ بھی فرض ہے کہ خالق کی تعظیم کرے، اس تعظیم کی صورتوں کا بیان کرنا ہی مذہب کا مقصد ہے لیکن یہ اہم ترین مقصد اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک مغالطے ختم نہ کیے جائیں، فرشتوں پر ایمان لانا ایک عنوان ہے اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ ان مغالطّوں کو ختم کیا جائے جو بن دیکھی مخلوق کے متعلق اصحابِ فکر حامیانِ مذہب کو پیش آئے جن کی بنا پر بہت سے فرقے بن گئے۔

☆ یہ کائنات جو ماوراء ادراک اور ماوراء مشاہدہ ہے کتنی ہے اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے ''تیرے رب کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' ۱

اللہ تعالیٰ کو ضرور اس کا علم ہے کیونکہ وہ خالق ہے اور کیا ممکن ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق کا علم نہ ہو حالانکہ وہ لطیف و خبیر ہے، عالمِ ظاہر و باطن۔ ۲

اس کے خلق و ایجاد کا سلسلہ جاری ہے اس لیے بھی علمِ انسان جملہ کائنات کا احاطہ نہیں کرسکتا ۳

کائنات کے بیشمار جواہر میں سے کچھ وہ ہیں جن کا تعلق انسان سے رہتا ہے، یہ ہیں فرشتے جنات اور شیاطین، انسان ان کا ادراک نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اگرچہ مادّی ہیں مگر ان کا مادّہ مختلف ہے انسان خاکی ہے اور یہ نوری یا ناری ہیں۔ ۴

یہ کچھ ہی ہوں ان کا مادّہ کچھ ہی ہو مگر اتنی بات یقینی ہے کہ مستحق پرستش ان میں سے کوئی بھی نہیں کیونکہ خدا کی خدائی میں ان کی کوئی شرکت نہیں، ان سب میں فرشتوں کا درجہ سب سے بلند ہے مگر ان کی فطرت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے ۵ وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرسکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں ۶ ان کی شان یہ ہے کہ شب و روز تسبیح خواں رہتے ہیں کبھی سست نہیں پڑتے ۷

خدا کی مرضی کے سوا کسی کی مدد تو کیا کرتے یہ ہمت بھی نہیں کرسکتے کہ خدا کی مرضی کے خلاف

---

۱ سورۂ مدثر : ۳۱ ۲ سورۂ ملک : ۱۴ ، سورۃ الحشر : ۲۲ ۳ سورۂ فاطر: ۱ ، سورۃ النحل : ۸

۴ سورۃ الحجر : ۲۶، ۲۷ ۵ سورۃ التحریم : ۶ ۶ سورۃ الانبیاء : ۲۸ ۷ سورۃ الانبیاء : ۲۰

کسی کی سفارش کردیں، وہ صرف اسی کی سفارش کرتے ہیں جس کے لیے خدا کی مرضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ۱؎ حکمِ خدا کے سامنے دم مارنے کی تو کیا مجال ہوتی جب حضرت حق جل مجدہ کا حکم نازل ہوتا ہے تو اُس کے رعب اور خشیت سے ان کو اپنے ہوش سنبھالنے مشکل ہوجاتے ہیں جب ان کے دلوں سے دہشت دُور ہوجاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا ؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات ہی کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان ہے سب سے بڑا۔ ۲؎

ان میں چار فرشتے خاص درجہ رکھتے ہیں : حضرت جبرائیلؑ، حضرت میکائیلؑ ، حضرت اسرافیلؑ، حضرت عزرائیلؑ مگر بلندی درجات کا مدار اِس پر ہے کہ احکامِ الٰہی کے زیادہ سے زیادہ پابند زیادہ مطیع اور زیادہ فرماں بردار ہیں۔

ملائکہ مقربین وہ بھی ہیں جو حاملینِ عرش کہلاتے ہیں اِن کے مدارج سب سے بلند ہیں کیونکہ ان کی شان یہ ہے ''وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔'' ۳؎ بایں ہمہ ان کا درجہ انسان سے بلند نہیں کیونکہ انسان وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیابت وخلافت کی عظمت عطا فرمائی اور فرشتوں کو حکم ہوا : '' سجدہ کرو آدم کو '' ۴؎

جنات کا درجہ فرشتوں سے کم ہے، فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا، جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا محکوم بنایا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کام کیا کرتے اور جس چیز کا حضرت سلیمان علیہ السلام حکم فرماتے اُس کو بنا کر پیش کیا کرتے تھے۔ ۵؎

یہ غلط ہے کہ ان کو غیب کا علم ہوتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو کام سپرد کیا تھا جس کی نگرانی وہ خود فرمایا کرتے تھے، یہ جنات اسی کام میں مصروف رہے، جب بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی وفات بھی ہوچکی ہے تو افسوس سے کہا '' اگر غیب جانتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے '' ۶؎

۱؎ سورۃ الانبیاء : ۲۸ ۲؎ سورۂ سبا : ۲۲،۲۳ ۳؎ سورۃ المومن : ۷ ۴؎ سورہ بقرہ : ۳۴
۵؎ سورۂ سبا : ۱۳ ۶؎ سورۂ سبا : ۱۴

ان ہی کا ایک سر برآوردہ وہ تھا جس کو ابلیس کہا جاتا تھا، یہ جو حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، ابلیس نے اس کی تعمیل سے سرتابی کی، اس کا پندار ۱ یہ تھا کہ اِس کا جوہر آدم علیہ السلام کے جوہر سے بہتر ہے حالانکہ عنداللہ مدارِ عظمت جوہر نہیں، جوہر سب مخلوق ہیں، مخلوق ہونے میں یکساں ہیں عنداللہ مدار عظمت ہے اطاعت، بندگی، عجز وانکسار، وفاداری اور وفا شعاری، ابلیس اس پندار کی بنا پر راندۂ درگاہ ۲ کیا گیا اور ہمیشہ کے لیے مستحقِ لعنت قرار دیا گیا ہے، یہ ہے ملائکہ کے متعلق قرآنی تصریحات اِن کو ماننا ایمان بالملائکہ ہے۔

خلاصہ :

(الف) اللہ پر ایمان لانا اور توحید یعنی یہ ماننا کہ ہمارا اور پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ایک اور صرف ایک ہے، وہ نرالا ہے اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ اُس کا مثل اور ہمسر، نہ وہ والد ہے نہ مولود، پوری کائنات اُس کے حکم سے وجود میں آئی وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، وہ علیم وخبیر صاحبِ حکمت اور قادرِ مطلق ہے، عبادت صرف اُسی کی ہونی چاہیے کیونکہ وہ رَبِّ النَّاسْ ہے ''تمام انسانوں کی پرورش کرنے والا'' لہٰذا اُسی کا حق ہے کہ وہ مَلِكِ النَّاسْ ''سب کا بادشاہ'' ہو، صرف اُسی کا حق ہے کہ اِلٰهِ النَّاسْ ہو یعنی ''سب کا معبود''۔

(ب) انسان کا کوئی عمل، کوئی فعل تاثیر سے خالی نہیں، ہر ایک عمل کی اچھی یا بری تاثیر ضرور ہے اُسی پر جزاء وسزا ہوتی ہے لہٰذا ہر عمل کا حساب ہوگا یہ حساب اور چکوتی ۳ کا دن وہ ہے جسے روزِ جزاء، یوم آخر، یوم دین یا قیامت کا دن کہا جاتا ہے اس حساب اور جزاو سزا کے لیے اوّل سے آخر تک تمام انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے وہ میدانِ حشر ہے، حساب کے بعد اچھے اور برے انسانوں کو الگ الگ چھانٹ دیا جائے گا، اچھوں کا مقام جنت ہوگا اور بروں کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

(ج) اللہ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک مخلوق وہ ہے جسے مَلَكْ یا فرشتہ کہتے ہیں ان کی گنتی صرف اللہ ہی کو معلوم ہے ان کی پیدائش نور سے ہوئی اور اس طرح ہوئی کہ ان میں گناہ کا مادّہ

---

۱ خیال، رائے، غرور ۲ درگاہ سے دھتکارا ہوا ۳ فیصلہ

ہی نہیں ہے اسی لیے وہ معصوم ہیں وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہ نافرمانی یا حکم عدولی کر ہی نہیں سکتے۔

(د) دیوی، دیوتا کوئی چیز نہیں ہے، چار فرشتے خاص حیثیت رکھتے ہیں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، مگر اِن میں سے پوجا کے لائق کوئی بھی نہیں، انسان کا درجہ ان سے بلند ہے کیونکہ ان سب کو حکم ہوا کہ اَبوالبشر (یعنی تمام انسانوں کے والد بزرگوار) حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اُن کو اپنا قبلہ بنایا۔

(ھ) خدا کی ایک اور مخلوق ہے وہ بھی نظر نہیں آتی وہ آگ سے بنی ہے اُس کو ''جن'' کہتے ہیں وہ بھی انسان کے تابع ہے، شیطان اسی مخلوق میں سے تھا اُس نے حکم عدولی کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا لہٰذا اس کو ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اُس پر ہمیشہ لعنت ہوتی رہی گی۔

(و) جس طرح انسان کی دنیا انسان کے عمل سے بنتی بگڑتی ہے، ایسے ہی آخرت بھی انسان کے عمل سے بنتی یا بگڑتی ہے، دنیا میں بننے یا سنورنے کو ہم دیکھ لیتے ہیں لیکن آخرت کے لحاظ سے ہمارے عمل کا اثر کیا ہوتا ہے، کس عمل سے آخرت بگڑتی ہے اور کس سے سنورتی ہے اِس دنیا میں ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، نہ کوئی مرنے والا آج تک واپس آیا ہے کہ اُس کے تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکے حالانکہ آخرت کے بگاڑ یا سنوار کا علم ضروری ہے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ جس طرح اُس نے انسان کی موجودہ زندگی گزارنے اور اُس کا اچھا یا برا بنانے کے طریقے بتائے اِسی طرح اُس نے آخرت کے متعلق بھی تعلیم کا ایک سلسلہ قائم فرما دیا، تعلیم کے لیے کتابیں نازل کیں جن کو آسمانی کتابیں کہا جاتا ہے جن میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں توریت، زبور، انجیل اور آخری کتاب قرآن مجید، اسی سلسلہ تعلیم کو ''نبوت'' کہتے ہیں اور اِسی سلسلہ کو ماننا نبوت پر ایمان لانا ہے اِس کو ''ایمان بالکتاب'' بھی کہتے ہیں اس سلسلہ کے معلّمین انبیاء علیہم السلام ہیں جن انبیاء پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی اُن کو ''رسول'' کہا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۴

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

ہمدردئ خلقِ خدا :

انسان ''عبد'' ہے یعنی بندہ ہے، بندگی یہ ہے کہ اپنی عاجزی اپنی حاجت مندی کو محسوس کرے اس حقیقت کو اچھی طرح پہچانے کہ وہ کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اُسی نے اِس کو وجود بخشا اُسی نے اِس کو زندگی دی اُسی نے اِس کو عقل سمجھ اور طاقت دی وہی طاقت بخشتا ہے تو انسان کچھ کر سکتا ہے، اس حقیقت کو پوری طرح پہچان لینے اور اسی پہچان کو اپنے اُوپر اثر انداز کر لینے کا نام معرفت ہے اور جبکہ جو کچھ ہے وہ اُسی کا ہے تو انسان جو کچھ کرے وہ اُسی کے لیے ہونا چاہیے اور صرف اُسی کے لیے ہونا چاہیے اِسی کا نام ہے للّٰہیت اور اخلاصِ نیت۔

توحید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ کا سب کچھ اُسی ایک ذات کے لیے ہونا چاہیے جو اُس کا

خالق پروردگار اور مالک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نہ ہماری خدمت کا محتاج ہے نہ ہماری مالی اور بدنی اِمداد کا البتہ ساری مخلوق اُس کا کنبہ ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحْسَنُھُمْ اِلَی اللّٰہِ اَحْسَنُھُمْ اِلٰی عِیَالِہٖ

پس اللہ کی خدمت اور اُس کی اِمداد یہ ہے کہ اُس کی مخلوق کی خدمت اور اُس کے بندوں کی اِمداد کی جائے، اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی مخلوق سے ہمدردی برتی جائے، عشقِ مولا کا راستہ ہمدردیٔ خلقِ خدا کی وادی سے گزرتا ہے۔

اسلام کالے گورے کا فرق نہیں کرتا، عرب، عجم، یورپ، افریقہ یا ایشیا کے رہنے والے اُس کی نظر میں برابر ہیں، تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے اسلام اس کو درست نہیں سمجھتا کہ آپ کی خدمت یا آپ کی امداد کسی قوم یا کسی رنگ یا کسی خاص ملک کے رہنے والوں کے لیے ہو، اس کی تعلیم یہ ہے کہ بندۂ مومن کی خدمت ہمدردی اور اِمداد اللہ کے لیے ہو، اللہ رب العالمین ہے آپ کا جو بھی کام رب العالمین کے لیے ہوگا وہ اُس کی ساری مخلوق کے لیے ہوگا، اس میں رنگ و نسل یا جغرافیہ کا کوئی فرق نہیں ہوگا، نہ اس میں اپنی غرض ہوگی، آپ خدا کے لیے کام کریں تو اُس کا شکریہ خدا ہی سے چاہیں، یہ آپ کے ذہن میں قطعاً نہ آئے کہ جن انسانوں کی آپ خدمت یا اِمداد کر رہے ہیں وہ آپ کا شکریہ ادا کریں، آپ صرف خدا کے لیے اور خدا کے یہاں اپنا مستقبل درست کرنے کے لیے کام کریں، یہ اسلام کی وہ جوہری تعلیم ہے جو تمام تعلیمات کی بنیاد ہے۔

مراتبِ ایمان :

جب ایمان ان باتوں کے مان لینے کا نام ہے، اس مان لینے میں فرق نہیں ہوسکتا البتہ مان لینے کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، اس عمل کے لحاظ سے ایمان کے مراتب کا فرق ہوتا ہے چند حدیثیں پیش کی جارہی ہیں جن میں فرقِ مراتب کی طرف اشارے ہیں :

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ ﷺ کس اسلام کو سب سے بہتر اسلام کہا جاسکتا ہے ؟ ارشاد ہوا سب سے بہتر اسلام یہ ہے کہ کھانا کھلاؤ

اور ہر ایک کو سلام کرو خواہ اُس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو ۱ یعنی فقر و فاقہ کو دُور کرنا اور امن عالم اور میل ملاپ اسلام کی خوبی ہے۔

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے صحابہؓ نے دریافت کیا یارسول اللہ کون سا اسلام سب سے افضل ہے ؟ ارشاد ہوا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ ۲

(۳) حضرت ابوشریحؓ کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا واللہ مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، واللہ مومن نہیں ! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کون (مومن نہیں) ؟ فرمایا جس کی شرارتوں سے اُس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

(۴) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی بھی شخص اُس وقت تک لقبِ مومن کا مستحق نہیں ہے جب تک اُس کی خصلت یہ نہ ہوجائے کہ اپنے بھائی (دوسرے انسان) کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ۳

ملکیتِ دولت :

اعلامیہ : آگاہ رہو، اللہ کا ہے جو آسمان میں ہے جو زمین میں ہے۔ (سورہ یونس : ۵۵)

دلیل : (الف) اُس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (الانعام : ۱۰۱)

(ب) وہ سب بنانا جانتا ہے۔ (سورہ یٰسین : ۷۹)

(ج) اُس نے ہر چیز کو اُس کی صورت دی پھر اُس کو راستہ پر لگایا۔ (سورہ طٰہٰ : ۵۰)

(د) ہر چیز پیدا کی، پھر اُسے درست کیا پھر ایک اندازہ ٹھہرادیا پھر اُس پر راہِ عمل کھول دی (کس طرح وہ نشوونما پائے اور ترقی کرے)۔ (سورہ اعلیٰ : ۲،۳)

(ہ) کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے ؟ (سورہ فاطر : ۱۲)

(و) خود تمہارا اِقرار ہے اور تم خود اعتراف کرتے ہو کہ زمین اور جو زمین میں ہے سب اللہ کا ہے

---

۱ بخاری شریف، کتاب الایمان ۲ ایضاً ۳ ایضاً

اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان حتی کہ عرشِ عظیم کا پروردگار ہے، اُسی کی تمام چیزوں پر حکومت ہے اور وہی سب کو پناہ دیتا ہے، اُس کے سوا اور کوئی نہیں جو کسی کو پناہ دے سکے۔ [1]

وہ متصرف ہے :

جسے چاہے مُلک دے دے، جس سے چاہے مُلک لے لے، جسے چاہے عزت دے جسے چاہے عزت سے محروم کر دے۔ (سورہ آلِ عمران : ۲۶)

اُس کے تصرف میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اُس کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ (سورہ جاثیہ : ۱۳)

اُس نے اولادِ آدم کو بزرگی اور عزت دی، خشکی اور تری (صحرا اور سمندر) کی قوتیں اُس کے تابع کر دیں (کہ وہ اِس کو اُٹھائے پھرتی ہیں) اور اچھی چیزیں اُس کی روزی کے لیے مہیا کر دیں اور (جو مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں) اُن میں سے اکثر پر اُسے برتری دے دی، پوری پوری برتری۔ [2]

انسان کا تعلق کائنات سے :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں نائب بنایا۔ (سورۂ بقرہ : ۳۰)

زمین کی تمام چیزیں انسان کے لیے پیدا کیں۔ (سورۂ بقرہ : ۳۹)

نسلِ انسان میں ایک کو دوسرے کا نائب بنایا۔ (سورہ انعام : ۱۶۵)

ملکیتِ انسان کی حقیقت :

مال و دولت میں ایک کو دوسرے کا جانشین بنایا۔ (سورۂ حدید : ۷)

موجودہ نسل گزشتہ کی وارث ہے۔ (سورۂ اعراف : ۹۹)

اس دنیاوی زندگی میں انسانوں کی معیشت (روزی) تقسیم کر دی اور بعض کے درجے بعض پر بلند کیے تا کہ ایک دوسرے پر قابو رکھ سکے اور نظم و ضبط قائم کر سکے۔ (سورۂ زخرف : ۳۲)

---

[1] سورۂ مومنون : ۸۴ تا ۸۹ [2] سورۂ بنی اسرائیل : ۷۰

مخصوص حقِ تصرف :

مخصوص حقِ تصرف جس میں دوسرے کو دخل دینے کا حق نہ ہو۔(سورۂ روم : ۳۸)

جس میں دوسرے کا تصرف باطل ہو۔(سورۂ بقرہ : ۱۸۸)

قابض ومتصرف کی رضامندی کے بغیر آپ کا تصرف ظلم وعدوان قرار دیا جائے جس کا نتیجہ نارِ جہنم ہے۔[۱]

یعنی کسی چیز پر آپ کا قبضہ ہو اور اُس میں جائز طور پر آپ تصرف کر سکیں، یہ انسانی ملکیت کی حقیقت ہے، آپ کے بعد دوسرے کا اس پر اس طرح قبضہ ہوگا کہ اس کا تصرف کرنا جائز ہوگا تو وہ آپ کا نائب ہوگا، وراثت کا یہی سلسلہ نیابت ہے جس کی بنا پر آیاتِ بالا میں ایک کو دوسرے کا خلیفہ فرمایا گیا۔

ملکیت قائم ہونے کی صورت :

(۱) سعی اور جدوجہد۔(النجم : ۳۹) (۲) کسب (کمائی، کام)۔(البقرہ : ۲۸۶)

حیثیت : دولت کی حیثیت یہ ہے اور اسی حیثیت سے وہ تمہارے پاس ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محض احسان اور اُس کا انعام ہے [۲] کیونکہ اُس کے جو ذرائع ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے پیدا کیے ہوئے اور اُس کے عطا کردہ ہیں مثلاً

(الف) سب سے پہلے زمین کو دیکھو جو جملہ ذرائع کی بنیاد اور بے انتہا معدنیات کا خزانہ ہے اس کی یہ صورت (کہ وہ ہر طرح انسان کے لیے کارآمد ہے جس سے اس کی ضرورتیں اور اس کے پیش آنے والے مقاصد پورے ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ [۳]

وہی ہے جس نے زمین کی سطح پھیلادی اُس میں پہاڑ بنادیے، نہریں جاری کردیں اور ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے دو دو قسموں کے لگادیے۔(سورۂ رعد : ۳ ، سورۂ ابراہیم : ۳۲،۳۳)

---

[۱] سورۃ النساء : ۲۹،۳۰ [۲] سورۂ جمعہ : ۱۰ ، سورۂ مزمل : ۲۱ [۳] سورہ ملک : ۱۵ ، سورۂ بقرہ : ۲۲ ، سورۂ مرسلات : ۲۵ ، سورۂ مومن و سورۂ زخرف وسورۂ نوح و سورۂ نمل وغیرہ۔

(ب) زمین کے بعد سمندر پر نظر ڈالیے، یہ کس طرح آپ کے لیے ذرائع کسب فراہم کر رہا ہے وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر مسخر کر دیا کہ اِس سے تازہ اور تر گوشت نکالو اور کھاؤ اور آرائش کی وہ چیزیں جن کو بطورِ زیور استعمال کرتے ہو (موتی) اِسی سمندر سے برآمد کرو اور اس کے سینے پر وہ عظیم الشان جہاز تیراؤ جو سمندر کی لہروں اور ہواؤں کے طوفانوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہیں، تم اِن کے ذریعے تجارتی سامان دُور دراز ملکوں میں پہنچا کر اللہ کا فضل (تجارتی منافع) حاصل کرتے ہو۔ [۱]

یہی سمندر جو کامیاب تجارتوں کے ذریعہ دولت کے انبار لگاتے ہیں، ان کے طوفانوں کے دامنوں میں موت و ہلاکت کی ہولناکیاں بھی ہیں۔ اب غور کرو اور تم ہی بتاؤ وہ کون ہے جو تم کو بیابانوں اور سمندروں کی اندھیریوں میں نجات دیتا ہے، جس سے تم آہ وزاری کرتے ہو اور کبھی کبھی دل میں چپکے چپکے دُعائیں مانگا کرتے ہو کہ خداوندا اگر ہمیں اِس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ہمیشہ ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے۔ [۲]

جب ایسا ہوتا ہے کہ تم جہازوں میں سوار ہوتے ہو جہاز موافق ہوا پا کر تمہیں لے اُڑتے ہیں مسافر خوش ہوتے ہیں کہ کیا اچھی ہوا چل رہی ہے پھر اچانک ہوائے تند کے جھونکے نمودار ہوتے ہیں (بے پناہ) موجیں ہر طرف سے ٹھاٹھیں مارتی ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھر چکے ہیں بچنے کی کوئی اُمید نہیں رہی تو اُس وقت انہیں خدا کے سوا اور کوئی یاد نہیں آتا، اب وہ دین کے اخلاص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ خدایا اگر اس حالت سے ہمیں نجات دے دے تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہوں گے۔ [۳]

(ج) ان ہواؤں کو دیکھو جو سطحِ سمندر پر لق ودق صحراؤں یا شاداب مَرغزاروں پر جھومتی ہوئی چلتی ہیں اور بادلوں کو دوڑاتی ہیں تاکہ بارش برسائیں اور مردہ زمینوں کو دوبارہ زندگی بخشیں، تالابوں کے جگر جو بادِ سموم کے گرم جھونکوں سے خشک ہو کر تڑخ گئے تھے، اُن کے تڑخے ہوئے تودوں کو جوڑ دیں، جن میدانوں میں گرد اُڑ رہی تھی اُن کے دامن تر ہوں، ٹھنڈی ہوائیں چلیں، درختوں کی

---

[۱] سورۂ نحل : ۱۴ ، سورۂ فرقان : ۵۳ ، سورۂ لقمان : ۳۱ ، سورۂ فاطر: ۱۲ ، سورۂ رحمٰن ۱۹ تا ۲۵

[۲] سورۂ انعام : ۶۳ [۳] سورۂ یونس : ۲۲،۲۱

سوکھی ٹہنیاں جن کے پتے بھی جھڑ گئے تھے، وہ پھر سرسبز ہوں غلہ کے انبار جو دہقان کھیتوں کی مٹی میں بکھیر آیا ہے اور اس طرح اپنا اندوختہ برباد کر چکا ہے، وہ بیج بن کر اُگیں، یہ اُسی کی کارفرمائی ہے کہ بارانِ رحمت سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے کہ مینہ برسنے کی خوشخبری پہنچائیں، جب وہ ہوائیں بوجھل بادل سے اُڑتی ہیں تو وہی ہے جو اِنہیں کسی مردہ زمین والی بستی کی طرف کھینچ لے جاتا ہے پھر ان سے پانی برساتا ہے، زمین سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ ۱

(د) یہ اُونچے اُونچے سیاہ پہاڑ، اِن کی رنگ برنگ چوٹیاں، سرخ سفید اور حیرت انگیز ابری نما پتھروں کے تودے، دامنِ کوہ میں پھیلی ہوئی وادیاں، وادیوں کے آغوش میں بہنے والے چشمے، میلوں میں پھیلی ہوئی جھیلیں، صحرا اور ریگستان اور اِن کے سینوں میں دبی ہوئی کانیں، ندیوں کے کناروں پر کھادَر ۲ جنگلات یا بنجر زمینیں، تمہیں خواہ کتنے ہی بے جوڑ اور بدنما نظر آئیں مگر قدرت نے ان میں وہ صلاحیتیں رکھ دی ہیں جن کے ظہور اور نمود نے نوعِ انسان کے تمدن کو ذلت اور حقارت کے غار سے نکال کر تمدن کی بلند چوٹیوں پر پہنچا دیا ہے اور ان چوٹیوں کو آئے دن بلند کر رہا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا اُس سے پھل پیدا کیے جن کی قسمیں مختلف ہیں، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنائے، پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید، سرخ اور بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپاؤں میں بھی وہ ہیں جن کی رنگتیں مختلف ہیں جو ہر صاحبِ دانش کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں، صحیح عالم یہی غور وفکر کرنے والے ہیں اور یہی عالم وہ ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں (اور خوف وخشیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں)۔ ۳

(ہ) تربیت اور اِرتقاء :

زمین، سمندر، ہوائیں اور پہاڑ وغیرہ بطورِ مثال پیش کیے گئے کہ وہ کسب (محنت اور کمائی) جس پر انسان کو ناز ہے وہ کس طرح ان ذرائع کا محتاج ہے لیکن ابھی ایک رشتہ کا تذکرہ باقی رہ گیا جو رموزِ کائنات پر غور کرنے والے کے لیے نہایت دلچسپ اور دلکش ہے، اس رشتہ کی تعبیر ایک لفظ سے کی

---

۱ سورۂ اعراف : ۵۷ ۲ سیلاب زدہ نشیبی علاقہ ۳ سورۂ فاطر : ۲۷، ۲۸

جاسکتی ہے ''تربیت''، جس کی دوسری تعبیر ہے ''تدریجی ارتقاء'' اس کی تفسیر وتشریح کے لیے آپ ہر چیز کی صلاحیتوں پر نظر ڈالیے پھر غور فرمایئے کہ وہ صلاحیتیں کس طرح بروئے کار آتی ہیں اور قدرت ان کو بروئے کار لانے میں کس طرح انسان کی مدد کرتی ہے، اگر قدرت کا یہ تعاون نہ ہو تو انسان کے لیے کوئی بھی ''کسب''، ممکن نہیں ہو سکتا۔

بے شک یہ زمین جو ہمارے قدموں کے نیچے ہے انسانی ضرورتوں کا خزانہ ہے، غلہ جس پر نوعِ انسان کی بقا کا مدار ہے اِسی زمین کی کوکھوں سے برآمد ہوتا ہے، پانی کے سوت اور چشمے بھی زمین کی آنتوں کے ناسور ہیں جو حیات انسان کے لیے سرمایۂ بقا ہیں، آسمان سے بارش برسی، غلہ پیدا ہوا، باغ شاداب ہوئے باغوں کے درخت پھلوں سے لد گئے مگر کیا بارش برستے ہی ایسا ہو گیا کہ کھیت کے دامن غلہ سے بھر گئے یا درجہ بدرجہ بہت سے مرحلے پیش آئے۔اس کے بعد ایسا ہوا کہ دہقان کے کھلیان میں غلہ کے انبار لگے، ظاہر ہے دفعتاً ایسا نہیں ہوا بلکہ بہت سے مرحلے پیش آئے، یہ مرحلے درجہ بدرجہ پیش آئے اور جہاں ضرورت سے کمی زیادتی ہوئی ترقی کی رفتار رُک گئی یا بالکل ختم ہو گئی اور تمام اُمیدوں پر پانی پھر گیا، پس ہر چیز کی صلاحیت کا لحاظ رکھنا، درجہ بدرجہ اُس صلاحیت کا اظہار اور ہر درجہ پر اُس کے مناسب اسباب فراہم کرنا اور ان کی نگرانی رکھنا کہ وہ نتیجہ خیز ہو سکیں باعثِ بربادی نہ ہوں، یہ ایک سلسلہ ہے، یہ تدریجی اِرتقاء ہے یہ صرف قدرت کا فیضان ہے، پنجہ انسان کی اُنگلیاں نہ اِس کو چھوتی ہیں نہ چھو سکتی ہیں۔

''کیا تم دیکھتے ہو اپنے کھیتوں کو جن کی تم کاشت کرتے ہو، کیا کاشت تم کرتے ہو یا کاشت کرنے والے دراصل ہم ہیں اگر ہم چاہیں تو اِس کو چورا چورا کر دیں پھر تم حیران پریشان کہتے پھرو (ہائے) ہم پر تاوان پڑ گیا بلکہ ہم تو محروم ہو گئے۔ اچھا بتاؤ جس پانی کو تم پیتے ہو، اس کو بادلوں سے تم برساتے ہو یا برسانے والے ہم ہیں، اگر ہم چاہیں اس کو کر ڈالیں کڑوا، سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔'' (سورۂ واقعہ ۶۳ تا ۷۰)

دوسرے موقع پر ارشاد ہے :

''کیا تم دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کر دیے پھر اس پانی سے رنگ برنگ کھیتوں کو لہرا دیا پھر ان کے نشو و نما کو ترقی دی پھر تم دیکھتے ہو کہ پک کر تیار ہو جاتے ہیں اور پختگی کا رنگ ان میں نمایاں ہو جاتا ہے۔'' (سورۂ زُمر : ۲۱)

دیکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دانوں کو چیرتا ہے، گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے (وہی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے) کہ جاندار کو بے جان سے نمودار کرتا ہے اور جب جاندار اپنی افادیت ختم کر دیتے ہیں تو ان کی زندگی موت سے بدل دیتا ہے (کہ اِرتقاء کے راستہ میں رُکاوٹ نہ بنیں) وہی ہے جو پردہ شب کو چاک کر کے صبح نمودار کرتا ہے، اُس نے رات کو اس لیے بنایا کہ تمہیں سکون حاصل ہو۔

گردشِ آفتاب و ماہتاب کا ایسا ڈھنگ رکھا کہ حساب کا معیار بن سکیں، تاروں کی اس طرح صف بندی کی کہ بر و بحر کی اندھیریوں میں تم اِن سے رہنمائی پا سکو، منزلِ مقصود کی سمتیں معلوم کر سکو، اُسی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ہر چیز کی روئیدگی برآمد کی، صلاحیتِ نشو و نما کے پہلے ظہور کے بعد جس پودے نے ہری ہری گردن نکالی اُس میں وہ قوت پیدا کی کہ اُس میں سے اُوپر تلے گندھے ہوئے دانے برآمد کیے، کھجور کے درخت ان کی کلیوں میں سے خوشے جنم لیتے ہیں جو پھلوں سے لد کر نیچے لڑھک آتے ہیں، (ان کے علاوہ) انگوروں کے باغ، ایسے ہی زیتون اور طرح طرح کے درخت اور انار ہم شکل اور کچھ کی صورتیں بدلی ہوئی، جب پھل آتا ہے تب بھی دیکھنے کے قابل اور جب پکتے ہیں تب بھی ان کا نظارہ قابلِ دید ہے۔[۱]

---

[۱] سورہ انعام آیت ۹۴، ۹۹، ایضاً آیت ۱۴۱، سورہ یونس آیت ۵، ۶، ایضاً آیت ۶۷، سورہ نحل آیت ۱۵، ۱۶، ایضاً آیت ۶۶، ۶۹، سورہ طٰہٰ آیت ۵۳، سورۃ المومنون ۱۸، ۲۲، سورۂ نور آیت ۴۳، سورۂ فرقان آیات ۴۵ تا ۴۹، سورۂ سجدہ آیت ۲۷، سورہ ۳۰ روم آیت ۴۸، ۵۱، سورہ یٰسین آیت ۳۳، ۳۶، سورۂ رحمٰن آیات ۱۰ تا ۲۵، سورۂ واقعہ آیت ۶۳، ۷۲، سورہ نباء آیت ۶ تا ۱۶، سورۂ عبس آیت ۲۵، ۳۲

تقدیر و تحدید :

اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ بھی ہے جسے تقدیر و تحدید کہہ سکتے ہیں یعنی اسباب و ذرائع کے سلسلہ میں جو بھی ہے وہ ایسے مخصوص انداز اور ایسی حد بندی کے ساتھ ہے جو درجاتِ ارتقاء کے عین مناسب اور نظامِ تربیت کے لیے باعثِ تقویت ہوتا ہے، یہ تناسب اور تقدیر و تحدید نہ ہو تو نظامِ ارتقاء معطل ہو جائے۔

ہوا، پانی، گرمی، سردی، روشنی اور اندھیری جو کچھ بھی ہے دامنِ قدرت کسی کے لیے بھی تنگ نہیں ہے، کیا سمندروں کی لہروں اور سیلاب کے طوفانوں کے لیے ماہرین سائنس نے پیمانے بنائے ہیں، ماہرینِ موسمیات بارشوں کی آمد کی خبر دے دیتے ہیں لیکن ان بارشوں پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتے ہیں کہ اتنے انچ سے زیادہ بارش نہ ہو، یہ صرف قدرت کی تقدیر و تحدید اور اس کی پیمائش و حد بندی ہے کہ وہ ان تمام بے پناہ بے لگام بلکہ سرکش طاقتوں کے لیے حد مقرر کرتی ہے اور ان کے قدم اس حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی، ارشادِ ربانی ہے : ''اللہ کے یہاں ہر چیز کا انداز مقرر ہے'' [1]

''ہم نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی ہیں۔'' [2]

''اور کوئی شے نہیں جس کے ہمارے پاس ذخیرے موجود نہ ہوں لیکن ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔'' [3]

''دیکھو ہم نے آسمان سے ایک خاص انداز کے ساتھ پانی برسایا پھر اُسے زمین پر ٹھہرائے رکھا (تالاب اور جھیلیں بھر دیں) اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ جس طرح برسایا تھا اُسی طرح اسے لے جائیں (مثلاً تیز ہوائیں چلا کر خشک کر دیں)۔'' [4]

(ز) بقائے انفع :

اسی تربیت اور تدریجی ارتقاء کا تقاضا ہے کہ نفع بخش چیز کو باقی رکھا جائے اور جو چیز نفع سے خالی ہو کر نفع بخش کی راہ میں رُکاوٹ بننے والی ہو اُس کو ہٹا دیا جائے، کارپردازانِ قدرت اسی عمل کو جاری

---

[1] سورۂ رعد : ۸ [2] سورۂ قمر : ۴۹ [3] سورۃ الحجر : ۲۱ [4] سورۃ المومنون : ۱۸

رکھتے ہیں تاکہ تدریجی ترقی کی شاہراہ رُکاوٹوں سے محفوظ رہے۔

سورۂ رعد کی آیت ۱۷ کا مضمون مطالعہ کیجیے :

''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالوں میں جس قدر سمائے تھے اُس کے مطابق وہ بہہ نکلے، پانی کے ساتھ بہت سا کوڑا کرکٹ بہہ آیا تھا، یہ پانی کی سطح پر جھاگ بن کر اُوپر اُٹھ آیا تھا سیلاب اس اُبھرے ہوئے جھاگ کو بہا کر لے گیا نکھرا ہوا پانی نیچے رہ گیا اسی طرح جب زیور یا اور کسی طرح کا سامان بنانے کے لیے (مختلف قسم کی دھاتیں آگ میں تپاتے ہیں) تو اس میں بھی ایسا ہی جھاگ اُٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و باطل (نفع بخش اور غیر مفید) کی مثال اسی طرح بیان کرتا ہے، جھاگ رائیگاں جاتا ہے (کیونکہ اس میں نفع نہیں تھا اور وہ سلسلۂ اِرتقاء میں رُکاوٹ بن سکتا تھا) اور جو اِنسانوں کے لیے نفع بخش ہوتا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے۔''

(ح) فیضانِ قدرت کی یہ جھلکیاں جو صفحاتِ بالا میں پیش کی گئیں جن کا پرتو اگر نہ ہو تو انسان کا کسب وجود میں ہی نہیں آسکتا اور اس کی محنت سود مند نہیں ہو سکتی، یہ سب وہ ہیں جو انسان کے وجود سے باہر ہیں لیکن خود وجودِ انسانی میں کتنی قوتیں ہیں جو قدرت کا انمول اور بے مثال فیضان ہیں، جو اگر نہ ہوں تو انسان تو خس و خاشاک سے بھی زیادہ بیکار رہے، ان کا تذکرہ اگرچہ بے حد لطیف ہے مگر اتنا طویل ہے کہ ان صفحات میں اس کی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی، مختصر یہ کہ اگر انسان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ اعضاء نہ ہوں تو کیا کوئی کسب وجود میں آسکتا ہے۔

ماہرینِ سائنس کو اپنے دماغوں پر ناز ہے مگر کیا وہ اس آئینہ صداقت ارشادِ ربانی کے کسی ایک نقطہ یا شوشہ کا بھی انکار کر سکتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے :

اللہ تعالیٰ نے تمہیں شکمِ مادر سے اِس حالت میں برآمد کیا تھا کہ تمہیں کسی بات کا علم نہیں تھا، یہ اُس کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے تمہیں وہ قوتیں عطا فرما دیں جن کے ذریعے تم کو علم حاصل

ہوسکے اُس نے تمہیں کان بخشے، آنکھیں عطا فرمائیں جن کے ذریعہ محسوسات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دل ودماغ کے لیے سامانِ غوروفکر فراہم ہوتا ہے، دل ودماغ ان مشاہدات ہی کی شکنوں میں غوروفکر کی بجلی دوڑا کر کائنات کے سربستہ راز معلوم کرتے ہیں جن سے سائنسی ایجادات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ [۱]

بلاشبہ وہی ذات واحد ہے جس نے تمہارے لیے سمع وبصر اور دلوں کو بنایا اور ان کو نشو ونما عطا فرمایا۔ [۲]

(ط) بیان کافی طویل ہوگیا مگر اللہ تعالیٰ کے انعامات کی گنتی پوری نہیں ہوئی اور واقعہ یہ ہے وہ گنتی پوری ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے :

''اگر تم شمار کرنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تو ممکن نہیں ہے کہ اِن کی گنتی پوری کرسکو۔'' [۳]

فیضانِ قدرت دم بدم :

اور تم شمار کس طرح کرسکتے ہو ؟ تم ایک ہو اور ہمہ گیر فیضان سے فیض پانے والے بیشمار، کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو جو صلاحیت عطا ہوئی ہے وہ اپنی ترقی کے ہر قدم پر رب ذوالجلال سے درخواست کرتی ہے کہ اس کو اگلے قدم کی طاقت عطا ہو، عدم کی ظلمت ختم ہو، وجود کی روشنی جھلکے حضرتِ حق جل مجدہ سورہ رحمٰن کی آیت ۲۹ میں اسی حقیقت کو ظاہر فرماتے ہیں، ارشاد ہے :

''اُس (خدا) سے مانگتے رہتے ہیں وہ سب جو آسمان زمین میں ہے۔''

یہ شان ہے سائلین کی ! عطا کرنے والے کا حال یہ ہے : ''ہر لمحہ اُس کی شان نرالی ہے'' [۴]

اب تم ذرّوں کو گنو، ذرّوں کی مانگوں کو گنو، ان مانگوں پر عطائے ربانی کے ستاروں کو شمار کرو، دوسری طرف اپنی محنت، کسب، جد وجہد اور اُس سعی وکوشش کو جس پر تمہیں ناز ہے، چشمِ حقیقت بیں کے گوشہ سے دیکھو، اگر تمہاری فطرت انصاف سے محروم نہیں ہوئی ہے تو کیا ایک لمحہ کے لیے بھی شک وشبہ کرسکتے ہو کہ ''محنت'' اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ''حاصل محنت'' اللہ تعالیٰ کا فضل واکرام اور جس کو آپ اپنی ''دولت'' کہتے ہیں وہ حضرت رب العالمین ذوالجلال والاحسان کا فضل وانعام

---

[۱] سورۃ النحل : ۷۸ [۲] سورۂ ملک : ۲۳ [۳] سورۂ ابراہیم : ۳۴ ، سورۃ النحل : ۱۸

[۴] سورہ رحمٰن : ۲۹

(ی) حضراتِ علماء قرآنِ حکیم کے بہت سے معجزے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ مضمون زیرِ تحریر کے لحاظ سے قرآنِ حکیم کا ایک معجزہ یہ ہے کہ بِر اور نیکی کی تعریف کرتے ہوئے ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الاخر جیسے بنیادی عقائد کے بعد سلسلہ عمل میں جس موضوع کو سب سے مقدم رکھا وہ مالِ محبوب کا خرچ کرنا ہے جس کا تعلق اقتصادیات سے ہے۔

''عقائد'' تعمیرِ دین کی خشتِ اوّل ہیں تو ''اقتصادیات'' تعمیرِ دنیا کا سنگِ بنیاد

''عقائد'' بندہ کا رشتہ رب العالمین سے جوڑتے ہیں تو ''صالح اقتصادیات'' بندگانِ رب العالمین کو آپس میں شیر وشکر کرتے ہیں اور اس خدمت کا موقع دیتے ہیں جس کو ''طریقت'' کا لبِ لباب کہا گیا ہے۔ ع

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

(جاری ہے)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۵

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔(اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

تقسیم دولت :

کلامِ الٰہی نے دولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام قرار دیا کہ مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ عزاسمہ' ہے اور ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ مالکِ حقیقی کی امانت ہے فارسی شاعر نے اس عقیدہ کو اِن الفاظ میں بیان کیا ہے :

درحقیقت مالکِ ہر شے خدا ست   ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست

اس امانت میں حقِ تصرف دیا گیا ہے یہ انسانی ملکیت کی حقیقت ہے مگر تصرف مالک کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے، جائز تصرف وہی ہوگا جو رضائے مالک کے مطابق ہوگا ورنہ خیانت اور تغلّب [1] ہوگا۔

---

[1] دھونس، چوری اور سینہ زوری

جائز و ناجائز کی تفصیلات بہت طویل ہیں ان کے لیے مستقل تصانیف درکار ہیں اس مختصر تحریر میں ان تفصیلات کے بنیادی اصول بیان کیے جارہے ہیں جن کو بنیادی نکات کہا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ تقسیم دولت فرض ہے اور اکتناز (جوڑ کر رکھنا) حرام ہے ارشادِ ربانی ہے :

(الف) وہ جو خرچ کرتے ہیں دن اور رات پوشیدہ اور اعلانیہ، تو ان کے لیے ان کے رب کے یہاں اجرِ عظیم ہے اور انہیں نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم۔ (سورۂ بقرہ : ۲۷۴)

(ب) وہ جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی، نہیں خرچ کرتے اس کو راہِ خدا میں ان کو خوشخبری سنادو دردناک عذاب کی اُس روز کہ اِس سونے چاندی کو نارِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے داغا جائے گا ان کی پیشانیوں کو اُن کی کروٹوں اور کمروں کو اور کہا جائے گا یہ وہ ہے جو تم جوڑ جوڑ کر رکھا کرتے تھے اپنے لیے پس چکھو اِس کو جس کو تم نے اپنے لیے جوڑ جوڑ کر رکھا تھا۔"[1]

لیکن بلا مقصد شب و روز دولت کی تقسیم بھی اسراف ہے اس کو شکر نہیں کہا جا سکتا بلکہ صرف بے مقصد اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی توہین ہے ایسے بے محل صرف کرنے والے کو "اخوان الشیاطین" کہا گیا ہے۔[2]

مگر تقسیم با مقصد کے لیے سب سے پہلے غور کرنا ہوگا کہ خود دولت کا مصرف کیا ہے ؟ اللہ تعالیٰ دولت مند بناتا ہے تو اس کی حکمت کیا ہوتی ہے اور دولت مند بننے والے کا مقصد اور اس کا فرض کیا ہے اور تقسیم دولت کا مقصد کیا ہونا چاہیے۔ ذیل کے عنوانات ملاحظہ فرمایئے اُمید ہے کہ اِن کے جوابات سے آپ محظوظ ہوں گے۔

دولت کا مقصد :

معیشت یعنی زندگی گزارنے کا سامان اور کاربرآری۔[3]

---

[1] سورۂ توبہ : ۳۴، ۳۵ [2] سورۂ بنی اسرائیل : ۲۷ [3] سورۃ الاعراف : ۱۰ ، سورۂ زخرف : ۳۲

دولت مند بنانے کا مقصد :

ابتلاء و امتحان یعنی یہ کہ جب انسان اپنے ہرے بھرے کھیت، شاداب باغات، عالیشان فیکٹریاں، عظیم الشان کارخانے دیکھے تو اُس کے ضمیر کا احساس و اعتراف یہ ہو کہ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے یہ اُس کا لطف و کرم ہے کہ اُسی نے مجھے اس احسان سے نوازا میری اپنی طاقت کچھ نہیں ہے نہ میری تدبیر کار آمد نہ میری قوتِ عمل نتیجہ بخش، جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

یا قارون کی طرح یہ کہے : ''یہ جو کچھ ہے میری فنی مہارت کا نتیجہ ہے کسی کا کیا احسان'' [۱]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب ملکہ بلقیس کے ہدایا پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا :

''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا ہے وہ اِس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے۔'' [۲]

لیکن یہ بہتر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ہے وہ کیا ہے ؟ اور کیوں ہے ؟ ؟

تو حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں یہ میرے رب کا فضل و احسان ہے اور اس لیے ہے کہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اُس کے فضل و انعام کا اعتراف کرتے ہوئے اُس کا شکر ادا کرتا ہوں یا چشمِ انصاف کو بند کر کے اُس فضل و احسان کا انکار کرتا ہوں اور کافرونا سپاس بنتا ہوں۔'' [۳]

دولت مند کا فرض :

(الف) قارون سے کہا گیا تھا ''جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے اسی طرح تم بھی احسان کرو۔'' [۴]

(ب) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : دو اُن (ضرور تمندوں) کو اللہ کے اُس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔'' [۵]

یعنی دولت کا مفاد یہ ہونا چاہیے کہ احسان و انعام، لطف و کرم، احسان مندی اور شکر گزاری کی فضاء جلوہ گر ہو، دولتمند رب ذوالجلال کا شکر گزار ہو اور خلقِ خدا پر احسان کرے، خلقِ خدا جب اُس کے

---

[۱] خلاصہ آیات سورۂ کہف : ۳۲۔۴۲ و سورۂ قصص : ۷۷،۷۸ [۲] سورۃ النمل : ۳۶

[۳] سورۃ النمل : ۴۰ [۴] سورہ قصص : ۷۷ [۵] سورۂ نور : ۳۳

لطف و کرم سے فیضیاب ہوگی تو اُس کے دل میں محبت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوگا، اس طرح انسانی اُخوت کی چادر پھیلے گی اور گلشنِ انسانیت بار آور ہوگا۔ اسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ دولت جس کے معنی ہیں ''لین دین'' اس کی گردش چند افراد میں منحصر اور محصور ہو کر رہ جائے۔

تقسیمِ دولت کا مقصد :

(الف) تزکیۂ باطن یعنی بخل، حرص، طمع، خودغرضی، حُبِ مال جیسی ذلیل خصلتوں سے دل کو پاک کرنا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا تھا :

''(اے رسول) ان لوگوں کے مال سے صدقہ لو کہ ان کو (بخل وغیرہ کی بری خصلتوں سے) پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو (یعنی ان کو سدھاؤ اور ان کی تربیت کرو کہ ہمدردیٔ خلقِ خدا، سخاوت، سیر چشمی اور امدادِ باہمی جیسے اخلاق کے وہ عادی ہو جائیں اور یہ باتیں ان کی طبیعتِ ثانیہ بن جائیں) ان میں جذبۂ ایثار جلوہ گر ہو کہ وہ دوسروں کی ضرورت کو مقدم رکھیں۔''

جیسے حضراتِ انصار کے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ

''وہ حضرات مہاجرین کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت اور حاجت ہوتی ہے اور وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔'' ؎۱

(ب) ضرورت مندوں کی امداد۔

(ج) قومی، ملی اور ملکی ضرورتوں کو پورا کرنا۔

تقسیمِ دولت کے مقصد پر بحث کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد سامنے رہنا چاہیے کہ ''میں ان (عبادت گزاروں) سے کسی رزق کی خواہش نہیں رکھتا، نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلایا کریں، وہ ذاتِ برحق جو اللہ ہے وہ خود رزاق ہے بہت مضبوط طاقت رکھنے والا'' ؎۲

''اے لوگو ! محتاج تم ہی ہو (اللہ محتاج نہیں) وہ بے نیاز ہے مستحقِ حمد۔'' ؎۳

؎۱ سورۂ حشر : ۹ ؎۲ سورۃ الذاریات : ۵۸ ؎۳ سورۂ فاطر : ۱۵

اس کے بعد سورۂ محمد کی آخری آیت کا ترجمہ مطالعہ فرمائیے جو تقسیمِ دولت کے مقصد پر روشنی ڈال رہی ہے اس آیت میں اصحابِ دولت کو خطاب ہو رہا ہے، مضمون یہ ہے :

''دیکھو، دیکھو ! تم ہی کو خاص تم ہی کو دعوت دی جا رہی ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرو پھر تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، یاد رکھو جو بخل کرتا ہے وہ خدا سے نہیں خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے، (یہ تعلیمی، تعمیری، ترقیاتی اور دفاعی ضرورتیں خود تمہاری ضرورتیں ہیں جن کی بنا پر اگر تم اپنی حیثیت میں دولت مند اور مستغنی بھی ہو تب بھی) تم ضرورت مند ہو، (اس حقیقت کو سمجھو اور پورے حوصلہ سے خرچ کرو) اور اگر خرچ سے منہ موڑتے ہو (تو یقین رکھو تباہی اور بربادی تمہارا انتظار کر رہی ہے مگر برباد تم ہوگے خداوند عالم کی ذات بے نیاز ہے اُسے کبھی زوال نہیں تم فنا ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ کسی دوسری قوم کو تمہارا بدل کر دے گا وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔[1]

تشریح :

اس کی تشریح یہ ہے کہ غریبوں کا پیٹ بھر دینا، ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کرنا، بیمار کی تیمارداری، یتیم کی پرورش اگرچہ بابرکت کارِ خیر ہیں مگر اِن سے ملت کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں اُمتِ اسلامیہ جس کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ (حق وصداقت کی علمبردار بن کر پوری دنیا کو مشاہدہ کرائے کہ حق بلند رہتا ہے وہ مغلوب نہیں ہوتا اور وہ دستورِ اساسی اور کانسٹی ٹیوشن یا مینوفیسٹو جس کو ''کلمۃ اللّٰہ'' اور قانونِ خداوندی کہنا چاہیے صرف اُسی کو حق حاصل ہے کہ وہ بلند و بالا رہے۔''[2]

وہ اپنے نصب العین میں کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک روحانی عظمت واحترام، اخلاقی برتری اور شریفانہ اقتدار کے ساتھ مادّی ترقیات میں بھی اس کا قدم سب سے آگے نہ ہو اور اتنا آگے کہ دوسرے قدم وہاں تک پہنچتے پہنچتے تھک جائیں چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :

---

[1] سورۂ محمد : ۳۸ [2] سورۂ توبہ : ۴۰

''حریفوں کے مقابلہ کے لیے اپنی طاقت یعنی ایسا تمام فوجی، دفاعی اور جارحانہ سامان تیار رکھو جس سے ان کو مرعوب اور ہیبت زدہ کرتے رہو جو موجودہ حریف ومقابل ہیں، ان کے علاوہ وہ بھی مرعوب رہیں جن کے متعلق مستقبل میں خطرہ پیش آنے والا ہو اور اس پر جو کچھ خرچ کروگے اُس کا پورا پورا اَجر اللہ کے یہاں تم کو دیا جائے گا۔'' (سورۃ الانفال : ٦٠)

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ صرف دفاعی نہیں بلکہ جارحانہ اقدامی طاقت بھی اتنی مضبوط اور مستحکم ہو کہ سرد جنگ میں دوسری قومیں ہیبت زدہ رہیں، اس درجہ طاقت فراہم کرنے کے لیے کتنی دولت کی ضرورت ہے ! تقسیم دولت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس ضرورت کو پورا کیا جائے خواہ اِس کے لیے کتنی ہی قربانی کرنی پڑے ! ! اس ضرورت سے چشم پوشی کی جائے تو اگرچہ آپ کی تجوریاں سنہری سکوں سے بھری ہوئی ہیں مگر آپ اپنے ہاتھوں ملت کو تباہ کر رہے ہیں، ملت تباہ ہوگی تو یقینًا آپ بھی تباہ وبرباد اور ذلیل وخوار ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

''راہِ خدا میں خرچ کرو اور خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (سورۃ البقرہ : ١٩٥)

تقسیم دولت کی قسمیں :

(١) پہلی قسم ''فریضۃ من اللّٰہ'' یعنی وہ تقسیم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر فرمادی گئی ہے اس کی تعین وتشخیص میں حکومت کا کوئی دخل نہیں ہے، حکومت اس کا مطالبہ نہ کرے یا بالفرض حکومت معاف کردے تب بھی صاحبِ ایمان اس سے سبکدوش نہیں ہوتا یہ فریضہ زکوۃ ہے اور اس سے ملحق واجبات مثلاً صدقہ فطر یا عشر (جس کو زکوۃ الارض کہا جاتا ہے) یہ صاحبِ نصاب پر ہر سال اس طرح لازم ہوتا ہے کہ جیسے ہی سال کے آخری دن کی شام ہو، دولت کا یہ حصہ اُس کی مِلک سے نکل کر ضرورتمند ومستحق کا حق بن جاتا ہے یہ حصہ اُس کا نہیں رہتا، وہ اگر اس میں تصرف کرتا ہے تو دوسرے کے حق میں تصرف کرتا ہے اور اس کی آمیزش سے اپنے پورے سرمایہ کو ناپاک کر لیتا ہے۔

اس کا مصرف بھی متعین ہے کہ صرف ضرورت مند مسلمانوں کو یہ رقم دی جا سکتی ہے، حکومت یا ملت کے دوسرے کاموں میں خرچ نہیں کی جا سکتی۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس کو ''فریضۃ من اللہ'' نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کو قرضِ حسن یا احسان یا اِنفاق فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ من جانب اللہ مقرر اور محدود نہیں ہے اس کا تعلق ملی اور قومی ضرورتوں سے ہے اس کی کوئی حد بھی مقرر نہیں ہے، اس کی حد مقرر کرنا ان کا فرض ہے جو اُمت کے اُولی الامر (اربابِ حل وعقل اور اصحابِ اقتدار) ہیں، اس سلسلہ میں ایک طرف ارشادِ ربانی یہ ہے :

''اللہ نے خرید لیں ایمان والوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال، وعدہ یہ ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔'' [۱] دوسری جانب یہ ہے :

''آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ؟ آپ فرما دیجیے جو زائد ہو۔'' [۲]

اللہ کے لیے قرض :

حکومتیں دفاعی ضرورتوں یا ترقیاتی منصوبوں کے لیے قرض لیتی ہیں، کیا عجب ہے ''قرض'' کی اصطلاح انہوں نے قرآنِ حکیم سے سیکھی ہو، اگرچہ اس اصطلاح پر جس طرح عمل کیا جاتا ہے وہ منشائے قرآنی کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہ قرض کے مقصد اور منشاء کو مسخ کر دیتا ہے، حقیقت یہ ہے قرآنِ پاک جس کو قرض کہتا ہے اُس کا اثر یہ تو ہو سکتا ہے کہ دولت مند کی اُبھری ہوئی سطح پست ہو جائے اور وہ مساوی سطح پر آجائے کیونکہ اس قرض میں کبھی پوری دولت کا بھی مطالبہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ افزود ہے اُس کو خرچ کر ڈالو۔ [۳] لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ غریب کی غربت بڑھ جائے اور پسماندہ طبقہ پست سے پست تر ہو جائے، امیری اور غریبی میں اگر پہلے فاصلہ دس گز تھا تو وہ اس سے کہیں زیادہ ہو جائے گا کیونکہ حکومت کا قرض سود سے خالی نہیں ہوتا، سود مختلف ٹیکس لگا کر عوام سے وصول کیا جاتا ہے اور قرض دینے والے کو ادا کیا جاتا ہے، غریب جو ٹیکس ادا کرتا ہے اُس کے عوض میں اسے کچھ نہیں ملتا لیکن دولتمند کے ٹیکس کی تلافی اس سود سے ہو جاتی ہے جو اُسے دیے ہوئے روپے پر ملتا ہے جس کی وجہ سے

[۱] سورہ توبہ : ۱۱۱ [۲] سورۃ البقرۃ : ۲۱۹ [۳] سورۃ البقرہ : ۲۱۹

اس کی دولت صرف محفوظ ہی نہیں رہتی بلکہ مع منافع صحیح سالم واپس ہوتی ہے۔ لیکن دینِ کامل جس کو قرض کہتا ہے اور جس کا وہ بار بار مطالبہ کرتا ہے اُس کا کوئی منافع قرض دینے والے کو نہیں ملتا، اس کے متعلق منافع کا وعدہ ہے کہ کم از کم دس گنا، سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زائد دیا جائے گا مگر دنیا میں نہیں آخرت میں، اللہ تعالیٰ کے خزانۂ عامرہ سے دیا جائے گا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

احساسِ فرض اور جذبات میں انقلاب :

ملت ہیئتِ اجتماعی کا نام ہے اس کا وجود افراد کی شکل میں ہوتا ہے [۱] پس فرائض ملت بھی افراد کے فرائض ہوتے ہیں اس لیے وہ تمام فرائض جو قوم وملت یا حکومت کے فرائض قرار دیے جاتے ہیں قرآنِ حکیم میں اُن فرائض کے لیے مسلمانوں کے افراد کو مخاطب فرمایا گیا ہے حتی کہ جہاد جیسے اجتماعی فرض کے لیے بھی خطاب افراد ہی کو ہے ﴿ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ﴾ [۲] ﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ [۳]

اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ خود افراد میں احساس پیدا ہو، ''قانون'' ایک ''جبر'' ہوتا ہے اس کے سامنے لوگوں کی ''گردنیں'' جھک جاتی ہیں مگر ''دل'' نہیں جھکتے ان کے دلوں کی اصلاح نہیں ہوتی قانون کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے اور دلوں کا جذبہ کچھ اور بلکہ اکثر و بیشتر مخالف، دینِ کامل اس کو پسند نہیں کرتا۔

انقلابی نعرے عموماً باعثِ فساد ہوتے ہیں، ملک میں ہنگامے برپا کرتے ہیں، انقلابی قانون کا نفاذ بسا اوقات لوگوں کی لاشوں پر ہوتا ہے، دینِ کامل اس کے برخلاف دلوں کی دنیا بدلنا چاہتا ہے اُس کا مطمحِ نظر یہ ہوتا ہے کہ انقلاب خود جذبات میں ہو۔ بخل، خود غرضی، حرص وطمع وغیرہ کے جذبات ختم ہوں، ان کی جگہ ایثار، قربانی، عدل و انصاف، حق پرستی اور حق پسندی کے جذبات اُبھریں، وہی طبیعتِ ثانیہ بن جائیں اور دل و دماغ پر ایسے مسلط ہو جائیں کہ ان کے لیے جان دے دینا بھی اس کے لیے آسان ہو جائے بلکہ ان کے لیے اپنی جان قربان کر دینے کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی سمجھے، اسلامی جہاد یہی ہے اور اس جہاد کے لیے دشمن کو مارنے کے بجائے اپنے نفس کو مارنا ضروری ہوتا ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

[۱] یعنی افراد کی تشکیل سے جو اجتماعی ہیئت حاصل ہوتی ہو۔ [۲] سورۂ توبہ : ۴۱ [۳] سورۃ الحدید : ۱۱

''مجاہد وہ ہے جس نے اپنے نفس سے جہاد کیا ہو۔ مہاجر وہ ہے جو اُن سب باتوں کو چھوڑ دے جو حق وصداقت کے خلاف ہیں۔'' ١

جہاد فی سبیل اللہ کی رُوح دشمن کو مارنا نہیں وہ ایک وقتی فعل ہوتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ خود اپنے آپ کو قربان کرنا ہے، یہی ہے اِس کی روح یعنی ایثار، قربانی، سراسر قربانی۔

تقسیمِ دولت کی تیسری قسم :

جب ایک مسلمان اس دارِ فانی سے رختِ سفر باندھنے لگتا ہے اور وقت آتا ہے کہ چار و ناچار اپنے تمام مقبوضات سے دستبردار ہو تو وہ ملکیت جس کی حقیقت عاریت اور امانت تھی اس کا چولا خود بخود اُتر جاتا ہے، زندگی میں اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دولت تقسیم کرے اور اخلاقی کمالات پیدا کرے مگر اب ہدایت کرنے کا موقع نہیں رہا کیونکہ اس کی ملکیت ختم ہو چکی ہے، اب مال براہِ راست خدا کی مِلک میں ہے اُس نے اس کے لیے ایک قانون بنا دیا ہے یعنی قانونِ وراثت۔ اب یہ مال اس قانون کے بموجب تقسیم کیا جائے گا اور کسی کو حق نہیں ہوگا کہ اِس میں رخنہ انداز ہو سکے۔

اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس کو ایسی جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے ہمیشہ ہمیشہ نہریں بہتی ہوں گی اور اس کے حق میں بہت بڑی کامیابی ہوگی اور جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے سرتابی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو داخل کر دے گا نارِ جہنم میں، وہ ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں رہے گا اور اُس کے لیے عذاب ہوگا ذلیل کرنے والا۔'' معاذ اللہ ٢

(جاری ہے)

١ بخاری شریف ٢ سورہ النساء : ۱۳، ۱۴

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۶

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ، فقیہ ، مؤرخ ، مجاہد فی سبیل اللہ ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن و حدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

مصارف اور مستحقین :

وہ محبوب مال جس کے متعلق حکم ہے کہ ''بر اور نیکی ہرگز میسر نہیں آسکتی جب تک اُس مال کا حصہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو۔''[1]

سوال یہ ہے کہ مالِ محبوب کہاں خرچ کرنا چاہیے ؟

بے شک وہ ادارے جو عوام کی ضروریات کے ذمہ دار ہوتے ہیں جن کا تعلق بسا اوقات حکومت سے بھی ہوتا ہے جیسے صحت عامہ یا زمانہ قحط میں فاقہ زدہ غریبوں یا زمانہ جنگ میں زخمیوں کی اِمداد کے اِدارے یا اسی طرح کے نیم سرکاری یا غیر سرکاری ادارے جن میں چرچ کا نام بھی لیا جا سکتا ہے

[1] سورۂ اٰلِ عمران : ۹۲

اُن کو بھی یہ محبوب مال دیا جاسکتا ہے۔ پیشوایانِ مذہب یا اُن کی اولاد کی خدمت بھی اس مال سے کی جاسکتی ہے لیکن مدارِ استحقاق یہ اِدارے نہیں ہوں گے بلکہ مدارِ استحقاق وہ ضرورتیں ہوں گی جن کی ذمہ داری ان اِداروں نے لی ہے چنانچہ قرآنِ حکیم میں نہ کسی چرچ یا اِدارہ کا نام لیا گیا ہے نہ کسی خاندان نہ کسی پیشوا کا بلکہ ضرورتمندوں کا نام لیا ہے کہ صدقہ کرنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا مقصد کسی خاندان کسی طبقہ یا کسی اِدارہ کی اِمداد نہیں بلکہ انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرنا ''انفاق فی سبیل اللہ'' اور ''قرض فی سبیل اللہ'' کا مقصد ہے۔

قریش جن سے اسلام کا آغاز ہوا اُن کی اکثریت نے اگرچہ شروع میں آنحضرت ﷺ کی شدید ترین مخالفت کی مگر ان ہی میں وہ بھی تھے جن کو قرآنِ حکیم نے ﴿ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ''سب سے پہلے سبقت کرنے والے'' فرمایا ہے۔ تاریخی عظمت جو اِن کو پورے عرب میں حاصل تھی جس کی وجہ سے پورا عرب گویا ان کا حلقہ بگوش تھا اس کی بنا پر یہ تو فرمایا گیا کہ خلافت قریش کا حق ہے مگر مسلمانوں کے مال کا کوئی حصہ ان کے لیے مقرر نہیں فرمایا گیا بلکہ اِس کے برعکس خود ایک ذمہ داری قریش اپنے اُوپر لیے ہوئے تھے کہ حج کے موقع پر تمام حج کرنے والوں کے کھانے پینے اور اُن کے لباس کا انتظام وہ خود اپنے مال سے کیا کرتے تھے اس کو اسلام میں باقی رکھا گیا۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا، ۹ھ میں انتظامِ حج مسلمانوں سے متعلق ہوا آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر بنا کر بھیجا تو حجاج کی مہمانی کا انتظام بھی ان کے سپرد فرمایا۔'' (البدایہ والنہایہ وغیرہ)

محمد رسول اللہ ﷺ مرکز ہدایت، بانی اسلام جن کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ مسلمانوں کو خود اپنی جان سے زیادہ نبی سے تعلق رکھنا ضروری ہے، صحیح تھا اگر مسلمانوں کے تمام صدقات اُن کے لیے یا اُن کی اولاد کے لیے مخصوص کر دیے جاتے مگر اِس کے برعکس یہ کیا گیا کہ نہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ بلکہ آلِ محمد اور آلِ محمد کے علاوہ آلِ ہاشم اور وہ سب جو آلِ ہاشم کے کسی وقت غلام رہے تھے اور اب آزاد کر دیے گئے تھے اُن سب کے لیے صدقہ حرام قرار دیا گیا۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے معصوم نواسہ نے صدقہ کے ذخیرے میں سے اُٹھا کر ایک چھوہارہ

منہ میں ڈال لیا تو آنحضرت ﷺ نے ناپاک چیز کی طرح اِس کو عزیز بچہ کے منہ سے نکال دیا اور فرمایا کَخْ کَخْ تم نہیں جانتے ہو ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ (صحاحِ ستہ)

یہ ایک رُخ ہے اب دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے جو اِس سے بھی زیادہ عجیب ہے اس بنا پر کہ قرآنِ حکیم میں فرمادیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق نبی ﷺ سے اتنا زیادہ ہے کہ خود اپنی جانوں سے وہ تعلق نہیں، آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو مسلمان ترکہ نہ چھوڑے اور اُس کے ذمہ قرض ہو اُس کا قرض اور اُس کے یتیم بچوں کی پرورش محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اس لیے کہ اِس مسلمان کا تعلق نبی ﷺ سے اتنا تھا کہ اُتنا تعلق اُس کا خود اپنی جان سے نہیں تھا[۱] یعنی نہ صرف غریب مرنے والے کے بچوں کا تکفل آپ نے فرمایا بلکہ اُس کے قرض بھی اپنے ذمہ لے لیے[۲] یہ حینِ حیات[۳] کا حکم تھا، وفات کے بعد یہ حکم ہوا کہ (آپ کا) جو کچھ ترکہ ہے وہ آنحضرت ﷺ کے وارثوں کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے صدقہ (وقف) ہے۔

بے شک آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے نفقہ کا انتظام ضروری قرار دیا، عام مسلمانوں کی بیویوں کا یہ حکم نہیں ہوتا کہ شوہر کی وفات کے بعد ان کو ہمیشہ نفقہ ملتا رہے کیونکہ ان کو شوہر کا ترکہ ملتا ہے نیز ان کو حق ہوتا ہے کہ وہ کسی سے نکاح کرلیں تو یہ شوہر اس کے خرچ کا ذمہ دار ہوگا مگر آنحضرت ﷺ کے ازواج کو یہ موقع حاصل نہیں تھا کیونکہ آپ کا ترکہ وقف تھا اور آپ کی بیویوں کے لیے کسی اور شخص سے نکاح کرلینا حرام قرار دے دیا گیا تھا گویا وہ تمام عمر عدت میں رہیں اور زمانۂ عدت کا خرچ متوفی شوہر کے ترکہ سے دیا جاتا ہے۔

بہرحال جو صدقہ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ہے یعنی زکوۃ صدقہ فطر اس کے مستحق صرف فقرا اور ضرورت مند ہیں بشرطیکہ وہ سادات نہ ہوں اور صدقہ دینے والے سے ایسا رشتہ نہ رکھتے ہوں کہ ان کا نفقہ صدقہ دینے والے پر واجب ہو مثلاً ماں باپ اولاد یا بیوی ان کو صدقہ نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کا

---

[۱] بخاری شریف [۲] یہ ہے وہ بات جس کی خبر کلیسا اور چرچ کو نہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ اُن کے مزاج کے خلاف ہے [۳] یعنی اپنی زندگی میں

خرچ اس پر ایسے ہی واجب ہوگا جیسا کہ خود اس پر اپنا خرچ واجب ہوتا ہے۔

البتہ اگر اس درجہ کی قرابت نہ ہو مثلاً چچا، نانا، ماموں، بھائی، بہن جیسا رشتہ ہو جن کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہوتا تو مالِ محبوب کے خرچ کرنے میں یہ زیادہ مستحق ہیں کہ اِس صورت میں حقِ قرابت بھی ادا ہوتا ہے، اہل وعیال اور ماں باپ کی خدمت اگرچہ رشتہ کی بنا پر کی جاتی ہے مگر اِس خدمت کرنے میں اگر یہ نظریہ بھی کارفرما ہے کہ اِن کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور میں حکمِ خدا کی تعمیل کررہا ہوں تو یہ خدمت بھی اجرعظیم کی مستحق ہوگی۔ ۱

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی غریب مسکین پر صدقہ کا ثواب ایک ہی ملتا ہے لیکن رشتہ دار کو صدقہ دیا جائے تو دو ثواب ملیں گے ایک صدقہ کا ثواب دوسرا رشتہ دار سے حسنِ سلوک کا ثواب۔ ۲

الیتامٰی :

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بیوہ عورت غریب ومسکین جس کے چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہوں قیامت کے روز میرے ساتھ اس طرح رہے گی جیسے یہ دو اُنگلیاں (شہادت کی اُنگلی اور اُس کے برابر کی بیچ کی اُنگلی)۔ یہ شریف خاتون، صاحبِ عزت، صاحبِ حسن وجمال، اس نے اپنے بچوں کی پرورش کے لیے دنیا کی بہاروں سے منہ موڑا، اپنی جوانی تج دی، بچوں کی خدمت میں ہی لگی رہی یہاں تک کہ بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے یا دُنیا ہی سے رخصت ہوگئے، یہ یقیناً اِس اعزاز کی مستحق ہے کہ میدانِ حشر میں سرورِکائنات ﷺ کی رفاقت حاصل کرے ۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر مکان وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو جس کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کیا جاتا ہو اور اس کو اپنا ہی بچہ سمجھا جاتا ہو اور سب سے برا (منحوس) مکان وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کو اولاد کی طرح نہ سمجھا جاتا ہو اور اُس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابنِ ماجہ شریف ص ۲۷۰)

---

۱ بخاری شریف حدیث ابن مسعودؓ ص ۸۰۵ ۲ ترمذی شریف ج ۱ ص ۸۲ ۳ ابوداؤد شریف کتاب الادب

حضرت سراقہ بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : دیکھو تمہیں ایسا صدقہ بتاتا ہوں جو سب سے افضل ہے، تمہاری لڑکی جس کو اُس کا شوہر چھوڑ دے اور وہ تمہارے سر پڑ جائے، تمہارے سوا اُس کا کوئی نہ ہو اُس کی اِمداد سب سے بڑا صدقہ ہے۔ ۱

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کا خوف کرتے ہوئے جو شخص یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیرتا ہے تو اُس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے شمار کے بموجب دس نیکیاں اُس کے حق میں لکھی جائیں گی۔ ۲

مسکین :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکین وہ نہیں جو دَر دَر مانگے، کہیں سے ایک لقمہ مل جائے کہیں سے دو لقمے، مسکین وہ ہے کہ نہ اُس کے پاس اتنی گنجائش ہو کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کرسکے اور نہ اُس نے اپنی حالت ایسی بنا رکھی ہو کہ لوگ اُس کو ضرورت مند سمجھیں اور اُس کی اِمداد کریں (یعنی سفید پوش، خوددار، ضرورتمند)۔ ۳

مسکین کی تعریف میں وہ علماء مشائخ، مصنفین و معلمین بھی آتے ہیں جن کی شان قرآنِ کریم کی تعبیر کے مطابق یہ ہے کہ

''راہِ خدا میں روک لیے گئے ہیں، دینی کاموں میں مصروف ہیں، ان مشاغل کی اہمیت ان کو اِجازت نہیں دیتی کہ وہ اِن کو چھوڑ کر کہیں جائیں۔''

وہ ضرورت مند ہیں، فقیر ہیں مگر اِستغناء اور خلقِ خدا سے بے نیازی کی شان یہ ہے کہ جو اِن کے صحیح حالات سے واقف نہیں ہیں وہ اِن کو امیر اور دولت مند سمجھتے ہیں کیونکہ اظہارِ حاجت کے بارے میں وہ محتاط اور عفیف ۴ ہیں وہ گوارا نہیں کرتے کہ کسی اشارہ کنایہ سے بھی ان کی ضرورت کا اظہار ہو لوگ لیچڑ بن کر سوال کیا کرتے ہیں مگر یہاں سوال کرنے کا طریقہ ہی نہیں ہے کہ لیچڑ بننے کی صورت پیدا ہو۔

---

۱ ابن ماجہ شریف ص ۲۶۹ باب برالولدین والاحسان اِلی البنات ۲ احمد و ترمذی

۳ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ ۴ غیر اللہ کے آگے دستِ سوال بڑھانے سے ان کا دامن پاک ہے۔

ابن السبیل : (راہ چلتا مسافر)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اُس کی اونٹنی جس پر وہ سفر کر رہا تھا ہلاک ہوگئی ہے، فوراً ایک شخص اُٹھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری اُونٹنی اس کے لیے حاضر ہے۔[۱]

السائلین :

قرآنِ کریم جن اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے ان کا تقاضا یہی ہے کہ سائل کا سوال رَد نہ کیا جائے، یہ تحقیق کرنا کہ سائل فی الواقع مستحق ہے یا نہیں اعلیٰ اخلاق اور سیر چشمی کے خلاف ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔[۲]

البتہ خود سوال کرنے والے کا یہ فرض ہے کہ وہ خودداری سے کام لے، سائل کے حق میں اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ وہ سوال اور مطالبہ سے بالا رہے چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے ہم سات آٹھ تھے یا نو تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بیعت نہیں کرتے ؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اسلام لائے ہیں، آپ سے حال ہی میں بیعت کر چکے ہیں ! تھوڑے سے توقف کے بعد پھر یہی ارشاد ہوا، ہم نے بھی وہی جواب دیا، جب تیسری مرتبہ بھی یہی ارشاد ہوا تو ہم نے ہاتھ پھیلا دیے کہ ہم بیعت کرتے ہیں، فرمایا کہ اِس کا عہد کرو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو گے اُس کا کوئی شریک نہیں گردانو گے، پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کرو گے اور اپنے سربراہوں کی بات سنو گے اور اُن کی اطاعت کیا کرو گے، اس کے بعد ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ یہ عہد کرو کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے، اب ان بیعت کرنے والوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی سوار ہوتا اور اُس کا کوڑا اگر جاتا تو وہ کسی سے یہ بھی نہ کہتا کہ کوڑا اُٹھا دو کہ اِس میں بھی سوال کی جھلک ہے، وہ خود گھوڑے سے اُترتا اور کوڑا اُٹھاتا تھا۔[۳]

---

[۱] ترمذی شریف کتاب العلم [۲] ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ [۳] ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ

بہر حال شخصی یا قومی ضرورت کے وقت سوال جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ضرورت شدید ہو ورنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا اپنے چہرے کو کھرچنا ہے ایسا شخص قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ تمام چہرہ کھرچا ہوا ہوگا، ہڈیاں کھلی ہوئی ہوں گی گوشت کی ایک بوٹی بھی چہرہ پر نہیں ہوگی۔[1]

اَلرِّقَابُ :

گردنوں میں مال خرچ کرنے کی صورت یہی ہے کہ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جائے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے ؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد ! فرمایا ایسے غلام کو آزاد کرنا جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور اپنے مالکوں کی نظر میں سب سے بہتر اور سب سے نفیس ہو۔[2]

مقروضوں کے قرض کی ادائیگی جیسے مداتِ خیر بھی گردن چھڑانے کا درجہ رکھتے ہیں۔

(جاری ہے)

ترکی کے اہم وفد کی جامعہ مدنیہ جدید آمد

۲۷/اپریل بروز جمعۃ المبارک کو ترکی کے الشیخ عمر مع اپنے رفقاء کرام کے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم سے ملاقات کی موجودہ عالمی حالات اور ترکی کے سابقہ اور حالیہ حالات پر گفتگو ہوئی۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الزکوۃ [2] بخاری شریف

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۷

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

معاہدۂ فطرت :

جو آیت شروع میں پیش کی گئی ہے جس کے فقروں کی تشریح سابق صفحات میں کی گئی ہے اُسی آیت کا ایک فقرہ یہ ہے : '' پورا کرنے والے عہد کو، جب کوئی عہد کر لیا ہو ''

''عہد'' کے سلسلہ میں اُس عہد کا تصور بھی آتا ہے جس کو ''عہدِ اَلست'' کہا جاتا ہے ہم نے اس کو ''معاہدۂ فطرت'' کہا ہے اس کی تشریح کے لیے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

زید کی ولادت یکم محرم ۱۳۹۳ھ کو ہوئی، ہمارا تصور یہی ہے کہ اُس کی ہستی کا آغاز یہی ہے اس سے پہلے اس کی ہستی کا کوئی نشان کائنات کے نقشہ میں نہیں تھا لیکن قرآنِ حکیم اس نوزائید کو ایک بہت پرانے نقش کی نئی تصویر قرار دیتا ہے۔

صبح کی سہانی فضا کا شامیانہ تنا ہوا تھا، بالکل صاف شفاف، نہ گرد و غبار نہ اَبر و باد، یکا یک ایسا نظر آیا جیسے روئی کا چھوٹا سا گالا کسی چرخے سے اُڑ کر فضا کی بلندی پر پہنچ گیا، چند منٹ میں یہ گالا بدلی کا ٹکڑا بن گیا اور ابھی منٹوں کی شمار گھنٹہ کی حد تک نہیں پہنچی تھی کہ وہی صاف شفاف فضا جس میں بادل کا نشان تک نہ تھا اَبر آلود ہوگئی۔ یہ روئی کا گالا فضائے آسمان میں دفعتًا بادل بن گیا یا گرد کے ذرّوں جیسے کچھ منتشر سلمات[1] فضاء میں تھے، برودت کے اثر نے ان کو یکجا کر دیا، وہ روئی کے گالے کی طرح ہوگئے پھر اسی طرح کے سلمات اور جڑتے رہے یہاں تک کہ بدلی پھر بادل بن گئی۔

یہی سوال اس نوزائید زید کے متعلق بھی ہے، شکمِ مادر سے جو اِس کا ڈھانچہ بننا شروع ہوا تو کیا زید صرف اُس ڈھانچہ کا نام ہے یا زید کچھ اور حقیقت ہے جو اس ڈھانچہ کی شکل میں اب نمودار ہو رہی ہے۔

ایک بہت پرانا دور تھا جس کی مدت معلوم نہیں ہے اُس وقت ایک ہیکل بنایا گیا جس کا نام ''آدم'' رکھا گیا اُس وقت یہ طے کر دیا گیا کہ اِس کو قوت تولید بخشی جائے گی اور یہ صرف یکہ وتنہا نہیں رہے گا بلکہ اِس کی صلب سے اولاد پھر اولاد کی اولاد اِتنی ہوگی کہ اس کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

قرآن شریف کی شہادت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کی پشت سے جتنی اولاد قیامت تک ہونے والی تھی اُس سب کو اُسی وقت وجود عطا فرما دیا گیا اور اُن کو ایسی فہم اور سمجھ بھی عطا کر دی گئی جس سے وہ بات کو سمجھ کر جواب دے سکیں اور اُسی وقت حضرت رب العالمین نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تمہارا رب کون ہے ؟ ؟ ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ ؟ ؟

سب نے متفقہ طور پر ایک زبان ہو کر جواب دیا '' بَلٰی ''ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔

یہ ہے سب سے پہلا عہد جو آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کے ہر فرد سے لیا گیا اس کو عہدِ اَلست بھی کہتے ہیں، بے شک یہ عہد ہمیں یاد نہیں ! مگر ہمیں یہ بھی یاد نہیں کہ ہمارے منہ میں لقمہ سب سے پہلے کس نے دیا تھا ! ! اور کس نے ہمیں کھانا یا پانی پینا سکھایا تھا ! ! ! اور بہت سوں کو یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ ''الف با تا'' کا سب سے پہلا سبق کس نے دیا تھا ؟ کس وقت اور کس مقام پر دیا تھا ؟ ؟

[1] ذرّات

مگر یہ باتیں ہماری فطرت کا جزو بن گئیں، پہلے سبق کا وقت یاد نہیں مگر اُسی سبق کی بنا پر ہم کھاتے ہیں اُسی سبق کی بنا پر ہم لکھتے ہیں پڑھتے ہیں، اِسی طرح یہ بات بھی ہماری فطرت کا جزو بن گئی کہ ہم مخلوق ہیں ہمارا کوئی خالق ہے وہ ہمارا رب ہے۔

خدا کا اِنکار کرنا ''فیشن'' بن گیا ہے مگر جب کوئی نازک وقت آتا ہے تو یہی فیشن ایبل ''فیشن'' بھول جاتے ہیں اور ان کی فطرت ''رب'' کا تصور اُن پر مسلط کر دیتی ہے۔

دریا کا سفر ہو اور جہاز طوفان میں گھر جائے، نجات کی کوئی شکل سامنے نہ ہو تو انسان کتنا ہی فیشن ایبل کیوں نہ ہو اُس کی نظر اُس وقت اپنے رب پر ہی ہوتی ہے اور وہ اُسی سے نجات کی التجا کرتا ہے۔

سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بھی انہیں فیشن ایبل لوگوں میں تھے جو مذہب کو خارج اَز بحث سمجھتے تھے ''لا مذہبی'' اُن کا مذہب تھا اُن کے داماد فیروز گاندھی کا انتقال ہوا وہ راقم حروف کے بھی دوست تھے، ۱۹۳۰ء میں فیض آباد جیل میں ساتھ رہے تھے چونکہ گوشت خور تھے تو کھانے میں بھی ہمارے شریک رہا کرتے تھے، ان کے انتقال کا علم ہوا تو احقر بھی پنڈت جی کی کوٹھی پر گیا، پنڈت نہرو لاش کے قریب خاموش کھڑے تھے، پنڈت صاحبان وہاں تشریف فرما تھے اور اپنے مسلک کے مطابق کچھ پڑھ رہے تھے ان کے علاوہ مختلف مذاہب کے مذہبی آدمی بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے، پنڈت جی نے کسی سے کوئی استدعا نہیں کی مگر اُن کی زبانِ حال کی خاموش فرمائش یہ تھی کہ اِس مردہ کو فائدہ پہنچانے کے لیے جو کچھ بھی کوئی کر سکتا ہو وہ کرے، اُس وقت پنڈت جی کا فیشن ایک اضطراب میں بدلا ہوا تھا [۲] اور یہ عقیدہ بھی غیر شعوری طور پر پختگی کے ساتھ کار فرما تھا کہ انسان موت پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ موت ایک دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے۔

---

[۱] بھارت کی سابق وزیر اعظم آنجہانی مسز اِندرا گاندھی کے شوہر۔ محمود میاں غفرلہ

[۲] یعنی ان کا ''فیشنی عقیدہ'' ان مصیبت کے لمحات میں ان کے اس اضطراب اور تذبذب کو صبر و اطمینان کی چادر فراہم کرنے میں ناکام رہا۔ محمود میاں غفرلہ

بہر حال جس طرح موت کے بعد ایک عالَم آنے والا ہے قرآنِ حکیم کا اِظہار یہ ہے کہ اِسی طرح کا ایک عالَم پہلے بھی ہے جہاں وہ ''نسمات'' موجود ہیں جن کو پیدائش کے بعد زید، عمر، بکر وغیرہ کہا جاتا ہے۔

قرآنِ حکیم کی شہادت یہ ہے کہ ایک معاہدہ اور بھی ہوا مگر وہ صرف انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا وہ آپس کے تعاون و تناصر کا معاہدہ تھا اور یہ کہ ایک دوسرے کی تائید کرے گا کسی کی مخالفت نہیں کرے گا۔ [1]

اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ دنیا کے عقل پرست، دانشور، فلاسفر اور عقلاء کے نظریات عموماً مختلف رہے اُن کے مکاتبِ خیال الگ الگ رہے، ان مکاتب خیال کی اشاعت کے لیے تعلیم گاہیں اور یونیورسٹیاں بھی قائم ہوئیں مگر اُن میں اتحاد سے زیادہ اختلاف کارفرما رہا، اس کے برخلاف جملہ انبیاء علیہم السلام کی بنیادی تعلیم ایک رہی، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، عمل اور پاداشِ عمل، جنت دوزخ، ملائک اور قیامت وغیرہ کے متعلق سب کے عقائد ایک رہے۔

بہر حال قرآنِ حکیم میں ''اَلْبِرّ'' [2] کی جو تعریف فرمائی گئی اُس میں بنیادی عقائد و عبادت کے بعد اسی معاہدہ کی یاددہانی فرمائی گئی ہے، یہ معاہدہ ایک بنیادی معاہدہ ہے اس کی پابندی جوہرِ آدمیت ہے جب اس کی پابندی ہوگی تو دوسرے معاہدات کی بھی پابندی ہوگی کیونکہ معاہدات پابندی اور عمل ہی کے لیے ہوتے ہیں، یہی انسانیت ہے اور یہی تقاضائے شرافت ہے کہ جو معاہدہ ہو اُس کی پابندی کی جائے لہٰذا بر اور نیکی کا ایک اہم باب ایفائے عہد اور پابندی قول و قرار ہے۔

اس پابندی قول و قرار کو اِسلام میں یہ اہمیت دی گئی ہے کہ عزیز ترین مفاد معاہدہ پر قربان کیا جا سکتا ہے مگر معاہدہ کو کسی مفاد پر قربان نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض یقین ہو جائے کہ فریقِ مخالف معاہدہ کے پردہ میں گہری سازش کر رہا ہے جو مسلمان کے لیے زیادہ سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں قرآنِ کریم نے اجازت دی ہے کہ معاہدہ کو مسترد کر دیا جائے لیکن شرط

---

[1] سُورہ اٰلِ عمران : ۸۱ [2] لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ سُورہ اٰلِ عمران : ۹۲

یہ ہے کہ خاتمہ کھلے بندوں عام اعلان کے ساتھ ہو اور ایسی حالت میں ہو کہ پوزیشن مساوی ہو یعنی ایسا نہ کیا جائے کہ معاہدہ کا خاتمہ اچانک اعلان سے کر دیا جائے بلکہ پہلے سے جتا دیا جائے تاکہ دونوں فریقوں کو یکساں طور پر تیاری کی مہلت مل جائے، فریقِ مخالف کی غفلت یا کمزوری سے فائدہ اُٹھانا خیانت اور غدر ہے، یہ اِسلام میں حرام ہے اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔[1]

حضرت سُلیم بن عامر رضی اللہ عنہ کی ایک مشہور روایت ہے اِس سے پوزیشن کے مساوات کی وضاحت ہوجاتی ہے، یہ روایت اُس دور سے متعلق ہے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رُومی عیسائیوں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اُسی زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے التوائے جنگ کا ایک معاہدہ ہوگیا تھا، معاہدہ کی مدت ختم ہونے والی تھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا کہ سرحد کے قریب پہنچ جائیں اور جیسے ہی مدت ختم ہو حملہ کر دیں، فوج نے جیسے ہی نقل و حرکت شروع کی دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے آرہا ہے اور چیخ رہا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ لَاغَدْرٌ یعنی بڑے تعجب کی بات ہے یہ کیا ہو رہا ہے ؟ مسلمان عہد کے پابند ہوتے ہیں ! مسلمان غدار نہیں ہوتے اور عہد کو پامال نہیں کیا کرتے ! ! یہ صاحب کون تھے جو اِس طرح سراسیمہ آرہے تھے اور چیخ رہے تھے ! لوگوں نے پہچانا تو صحابی رسول حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا جا کر تحقیق کریں کہ ہم سے کیا غدر ہوا ہے جس پر یہ احتجاج ہے ؟ ؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا آقائے دوجہاں ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے اور میں نے آپ کا ارشادِ گرامی خود سنا ہے فرمایا تھا : مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قَوْمٍ عَھْدٌ فَلَا یَشُدُّ عَقْدَہٗ وَلَا یَحُلُّھَا حَتّٰی تَنْقَضِیَ اَوْ یُنْبَذَ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَاءٍ .[2]

''جب کسی سے معاہدہ ہو تو نہ معاہدہ کی کسی گرہ کو کسے اور نہ ڈھیلا کرے یہاں تک کہ مدت معاہدہ پوری ہوجائے اور شکستِ معاہدہ کا اعلان[3] اس صورت میں کرے کہ دونوں کی پوزیشن مساوی ہو۔''

---

[1] سورۂ انفال : ۵۸ [2] ابوداؤد شریف و ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۹۱ [3] یعنی معاہدہ توڑنے کا اعلان

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اِرشادِ نبوی کا علم ہوا تو آپ نے فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا کہ اُسی پوزیشن پر آجائیں جو معاہدہ کے وقت تھی۔ ''عہد'' کا یہی درس ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : '' اے ایمان والو ! پورے کرو عہد '' [1]

اور دوسری جگہ پھر ارشاد ہے : ''پورے کرو عہد ہر ایک عہد کے متعلق باز پرس ہوگی'' [2]

اس پابندی عہد کا ایک باب وہ ہے جس کو ذمہ، امان اور پناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی جب جنگ جاری ہو اور کوئی مسلمان جنگجو حریف کو پناہ دے دے تو وہ محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''اگر مشرکوں میں سے کوئی آدمی تم سے پناہ مانگے تو اُسے ضرور اَمان دو یہاں تک کہ وہ (اچھی طرح) اللہ کا کلام سن لے پھر اُسے (اپنی حفاظت میں) اُس کے ٹھکانے پر پہنچادو۔'' [3]

آیت میں اگرچہ خطاب آنحضرت ﷺ کو ہے مگر یہ حکم آنحضرت ﷺ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک مسلمان کو جو شریکِ جہاد ہو یہ حق پہنچتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے بموجب مسلمہ قانون یہ ہے : ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَجُوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنٰهُمْ [4] ''مسلمانوں کا عہد کر لینا یا پناہ دینا ایک ہی ہے، ایک کا پناہ دینا سب کی طرف سے اور ایک کا معاہدہ کر لینا سب کا معاہدہ مانا جائے گا، سب سے کم درجہ کا مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔'' ہر مسلمان پر اس کا احترام کرنا واجب ہوگا اور احترام بھی یہ کہ اِرشاد ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی اس میں رخنہ ڈالے گا اُس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اُس کے تمام کام رد، نہ اُس کا فرض قبول ہوگا نہ نفلیں قبول ہوں گی۔

عجیب یہ ہے کہ عظیم ذمہ داری جس کی خلاف ورزی پر یہ لعنت ملامت اور یہ مردودیت ہے اُس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی پروانہ لکھا جائے، انتہا یہ کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ امن دینے والا امن دینے کا اِرادہ کرے، اِرادہ یا بے اِرادہ کوئی بھی لفظ ایسا نکل جائے جس کو برسرِ پیکار دُشمن کی فوج کا یہ شخص امن سمجھ لے تو وہ امن ہو جائے گا اور اب اس کا قتل کرنا جائز نہیں، یہ خون حرام ہو جائے گا اس سلسلہ میں شبہ کا فائدہ بھی مغلوب و مفتوح دشمن ہی کو ملے گا فاتح کو نہیں۔

---

[1] سورہ مائدہ : ۱ [2] سورۂ بنی اسرائیل : ۳۴ [3] سورۂ توبہ : ۶ [4] بخاری شریف ص ۴۵۰

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ مشہور جرنیل اور راجہ ہرمزان جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو اگرچہ وہ بڑی شان و شوکت کا شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرشِ زمین پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ ہرمزان کو پوچھنا پڑا کہ امیر المومنین عمر کون ہیں ! مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کچھ سوالات کیے تو ہرمزان گھبرا گیا ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے بلا اِرادہ یہ لفظ نکل گیا تَکَلَّمْ لَا بَأْسَ بات کرو گھبراؤ مت، چونکہ ہرمزان متعدد بار عہد شکنی کر کے مسلمان افسروں کو قتل کر چکا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُس کے قتل کا اِرادہ کر چکے تھے لیکن ہرمزان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے فائدہ اُٹھایا اور جیسے ہی اُسے احساس ہوا کہ قتل کا حکم صادر ہونے والا ہے اُس نے اپیل کردی کہ آپ ''لَا بَأْسَ'' فرما چکے ہیں یعنی کوئی خطرہ نہیں لٰہذا اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے ان الفاظ کا خیال بھی نہ تھا جو بلا اِرادہ زبان سے نکل گئے تھے مگر ہرمزان نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہادت میں پیش کردیا کہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔

ایک شخص کی شہادت اسلامی قانونِ شہادت کے بموجب ناکافی ہوتی ہے اس سے کوئی دعوٰی ثابت نہیں کیا جاسکتا مگر معاملہ امن دینے اور ایک انسان کی جان بخشی کا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ رحمدلی تھی کہ آپ نے قانونی بحث سے بالا ہو کر صرف ایک شہادت پر اعتماد کرلیا اور ہرمزان کو مامون قرار دے دیا پھر ان پر اتنی مہربانی فرمائی کہ دو ہزار سالانہ اِن کا وظیفہ مقرر فرمادیا۔[۱]

مجاہدین کی روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ جو خاص ہدایتیں فرماتے تھے اُن میں یہ ہدایتیں بھی ہوتی تھیں: خیانت نہ کرنا، کسی عہد کی خلاف ورزی نہ کرنا، کسی کے ناک کان نہ کاٹنا، بچوں کو عورتوں کو اور دشمن کی فوج میں کام کرنے والے مزدُوروں کو قتل نہ کرنا۔[۲]

عہد کی خلاف ورزی نہ کرنے کی عملی مثال یہ ہے کہ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے قریش کی طرف سے کوئی پیغام لے کر آئے،

---

[۱] بخاری شریف ص ۴۵۰، فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۰ [۲] مشکوۃ شریف باب القتال فی الجہاد

انہوں نے پہلے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا اُس وقت جیسے ہی چہرۂ انور پر نظر پڑی آپ کی سچائی کا یقین ہوگیا ! حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اب میں واپس نہیں جاؤں گا یہ میں نے طے کرلیا ہے ! ! آنحضرت ﷺ نے اس کو منظور نہیں فرمایا ارشاد فرمایا اِنِّیْ لَا اَخِیْسُ بِالْعَھْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ میں نہ تو عہد کی کسی قسم کی خلاف ورزی گوارا کرتا ہوں اور نہ سفیروں کو روک لینا جائز سمجھتا ہوں، اِس وقت تو آپ جایئے پھر جو بات آپ کے دل میں اب پیدا ہوئی ہے وہی پھر بھی باقی رہے تو واپس تشریف لایئے چنانچہ یہ اُس وقت واپس گئے اور دوبارہ مکہ سے آکر مسلمان ہوئے۔[1]

اس سے بھی زیادہ سبق آموز غزوہ بدر کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا وعدہ پورا کرنا ضروری سمجھا اور ایفائے وعدہ کے مقابلہ پر اضافہ قوت کو گوارا نہیں کیا۔ جنگ بدر مسلمانوں کی سب سے پہلی جنگ تھی جو قریش سے ہوئی تھی، مسلمان صرف ۳۱۳ تھے نہایت شکستہ حال تھے اسلحہ بھی پورے نہیں تھے دشمن کی طاقت تین گنی تھی اور ہر طرح کے اسلحہ اور سامانِ جنگ سے مسلح تھی، اس نازک موقع پر مسلمانوں کی تعداد میں ایک دو کا اضافہ بھی ایک طرح کی فتح تھی چنانچہ حضرت حذیفہ اور اُن کے والد اِس غرض سے چلے کہ آنحضرت ﷺ کو مدد پہنچائیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں لیکن راستے میں دشمن کے ہاتھ لگ گئے اور اُس وقت تک رہائی نہ پاسکے جب تک یہ بیان نہیں دے دیا کہ

"ہم مدینہ جارہے ہیں لڑائی میں شریک ہونے نہیں جارہے"

ان حضرات نے اس بیان کو وقتی مصلحت سمجھا اور لڑائی میں شریک ہونے کے لیے میدان میں پہنچ گئے مگر جب آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات وعدہ کرکے آئے ہیں تو آپ کا فیصلہ یہ تھا کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ

"وعدہ کی پابندی کرو ہمیں صرف خدا کی مدد درکار ہے"[2]

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی الامام یستجن بہ فی العہد۔ مسلمان تو پہلے ہو چکے ہوں گے اور آپ نے قبول بھی فرمالیا ہوگا مگر اس کا برملا اظہار واپس آکر کیا۔ محمود میاں غفرلہٗ [2] مسلم شریف باب الوفاء بالعہد ج ۲

ایک عجیب وغریب قانون :

نہایت ہی عجیب وغریب مسلمان ججوں کے وہ فیصلے ہیں جواُنہوں نے غیر مسلم قیدیوں کے متعلق کیے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمة اللہ علیہ کے مشہور شاگرد امام محمد رحمة اللہ علیہ نے حضرت امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ اگر غیر مسلم حکومت غداری کرے اور اُن مسلمانوں کو شہید کردے جو ان کے یہاں جنگی قیدی تھے تب بھی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اُن کو قتل کردیں جو اِن کے یہاں (جنگی قیدی) یرغمال ہیں، نہ اُن کو قتل کر سکتے ہیں نہ اُن کو غلام بنا سکتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے یہاں امن حاصل کیے ہوئے ہیں تو غیر مسلموں کی غداری کی وجہ سے ان کا امن ختم نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : '' کوئی شخص دوسرے کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوتا '' [1]

تاریخ اسلام میں خدا جانے کتنے مقدمات اس طرح کے ہوئے ہوں گے، صرف دو مقدموں کا ذکر اِمام محمد رحمة اللہ علیہ نے کیا جن کی بنا پر یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور عدالتی نظیر قائم ہوئی ایسا ہی ایک مقدمہ تھا جو امیر دوانقی کی عدالت میں پیش ہوا جس میں امام ابوحنیفہؒ سے مشورہ لیا گیا تو آپ نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا، دوسرا مقدمہ اسی طرح کا امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہو چکا تھا اور آپ نے یہی فیصلہ دیا تھا کہ ہمارے یہاں جو غیر مسلم یرغمال ہیں اُن کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام صاحبؒ سے کہا گیا کہ جب دونوں حکومتوں کے باہمی معاہدہ میں یہ شرط تسلیم کر لی گئی تھی کہ اگر ایک فریق نے اپنے یہاں کے یرغمال قتل کردیے تو دوسرا فریق بھی قتل کردے گا تو اس شرط پر عمل کیوں نہ کیا جائے تو امام صاحبؒ کا جواب یہ تھا کہ '' یہ شرط کتاب اللہ کے اصول کے خلاف تھی اور جو شرط کتاب اللہ کے اصول کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے کتاب اللہ کے خلاف کسی شرط پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ [2]

ظاہر ہے اس صورت میں یرغمال بنانا عبث اور بیکار ہوگا اور یہ شرط لغو ہو جائے گی مگر اسلامی عدالت قرآنی اصول کی روشنی میں اسلامی حکومت کے معاہدہ کو غلط اور بیکار قرار دے سکتی ہے لیکن یہ

---

[1] سورہ انعام : ۱۶۴ [2] شرح السیر الکبیر ص ۳۳۳ ج ۳

نہیں کر سکتی کہ انسانی جان کی حرمت کے خلاف فیصلہ صادر کرے اور جو ایک مرتبہ کسی بھی عنوان سے امن حاصل کر چکا ہے اُس کو امن سے محروم کر دے۔

تکملہ آیت :

اَلْبِرّ (نیکی) کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے :

﴿ وَالصَّابِرِيْنَ فِى الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (سُورۃ البقرۃ : ۱۷)

یعنی تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا امن اور بیماری کی حالت یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں صبر کرے، اپنے اصول پر مضبوطی سے جما رہے تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہیں اور جو برائیوں سے بچنے والے اور صحیح معنوں میں متقی ہیں۔

تکملہ آیت نے اشارہ کر دیا کہ نیکی خواہ کتنی ہی اچھی بات ہو، لوگ اس کی خواہ کتنی ہی قدر کرتے ہوں اور اس کو نعمت عظمٰی سمجھتے ہوں مگر نیکی کرنے والے کو لامحالہ مصائب کا سامنا کرنا ہوگا اور بے انتہا مشکلات برداشت کرنی ہوں گی۔ بقولِ شاعر

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(جاری ہے)

مخیّر حضرات سے اپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۸

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ، فقیہ ، مؤرخ ، مجاہد فی سبیل اللہ ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

اخلاق :

اخلاق کا میدان بہت وسیع ہے یہ دینِ کامل کی مختصر تصویر جو پیش کی جارہی ہے اس کے چھوٹے سے دامن میں کسی میدان کی گنجائش کہاں ، تاہم چند باب یہاں پیش کیے جارہے ہیں ۔

وجہ انتخاب یہ ہے کہ عام طور پر اِن کو اخلاق کے باب نہیں سمجھا جاتا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ ستون ہیں کہ اِن کے بغیر اخلاق کی کوئی عمارت بھی مستحکم نہیں ہو سکتی ! امن ، چین ، سکون ، اطمینان ، رواداری ، باہمی اعتماد ، تعاون ، آپس کی ہمدردی ، خیر خواہی ، اتحاد و اتفاق جو اخلاقیات کے مقاصد اور مہذب و بہترین سوسائٹی کی خصوصیات ہیں ان کے پودے ان ہی ابواب کی کیاریوں میں پھلتے پھولتے اور بار آور ہوتے ہیں جن کو پیش نظر صفحات میں سجایا جارہا ہے ، ان کے بعد چند ابواب میں اخلاقِ رذیلہ [1] کا ذکر بھی کیا جائے گا کہ ''بِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ'' [2] ! !

[1] گندے اخلاق [2] ایک دوسرے کی باہم مخالف چیزوں میں انتخاب مقابلہ کے بعد ہی ہوتا ہے ۔

عدل واِنصاف اور سچی گواہی :

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے تم کو کہ پہنچاؤ امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو اِنصاف کے ساتھ۔'' ۱

اور جب بات کہو تو حق کہو اگر چہ وہ اپنا قریبی ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو۔'' ۲

مسلمانو ! ایسے ہو جاؤ کہ اِنصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے، اگر تمہیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے جب بھی نہ جھجکو، اگر کوئی مالدار یا محتاج ہو تو اللہ (تم سے زیادہ) ان پر مہربانی رکھنے والا ہے۔ (تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ مالدار کی دولت کے لالچ میں یا محتاج کی محتاجی پر ترس کھا کر سچی بات کہنے سے جھجکو یا بات چھپاؤ)۔'' ۳

مسلمانو ! ایسے ہو جاؤ کہ خدا کی سچائی کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اِنصاف کے لیے گواہی دینے والے رہو اور دیکھو ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی گروہ کی دُشمنی تمہیں اِس بات کے لیے اُبھار دے کہ (اس کے ساتھ) انصاف نہ کرو، (ہر حال میں) انصاف کرو کہ یہی تقوی سے لگتی ہوئی بات ہے۔'' ۴

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ''جو امانتدار نہیں وہ ایماندار نہیں اور جو عہد کا پابند نہیں وہ دیندار نہیں۔'' ۵ ادائے حق میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔'' ۶

حضرت عبدالرحمن بن ابی فرادؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ایسا ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے وضو فرمائی تو صحابہ کرامؓ وضو کے پانی پر جھپٹ پڑے اور جو پانی گر رہا تھا اُس کو ہاتھوں میں لے کر اپنے اُوپر (عطر کی طرح) ملنے لگے۔ ارشاد ہوا، یہ کیا ؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ محبت کا یہی تقاضا ہوا آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہوا اللہ اور اُس کے رسول سے سچی محبت کا تقاضا ہونا چاہیے زبان کی

---

۱ سورۂ نساء ع ۸ ۲ سورۂ انعام ع ۱۹ ۳ سورۂ نساء ع ۲۰ ۴ سورۂ مائدہ ع ۲

۵ بیہقی، شعب الایمان ۶ بخاری شریف ص ۳۲۳

سچائی (جو بات زبان سے نکلے وہ سچی ہو) جس کے پاس جو اَمانت رکھوائی جائے وہ اُس کو پوری پوری ادا کردے، پڑوس میں رہنے والوں کے لیے اچھا پڑوسی بن کر رہے۔'' ۱

اقارب، اعزہ اور پڑوسی :

ایفائے عہد (معاہدہ کو پورا کرنے) کا ایک باب وہ ہے جس کو ''صلہ رحم'' کہا جاتا ہے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا جس طرح درخت کی شاخیں باہر ہوتی ہیں اسی طرح درخت کی جڑ میں بھی شاخیں ہوتی ہیں جو زمین کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور جال دَر جال اُلجھی ہوئی ہوتی ہیں ان کو ''بیل'' کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حق جل مجدہٗ کے اسم گرامی ''الرحمن'' کو درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے قرابت کو اس کی بیل یعنی اس کی جڑ کی شاخ فرمایا ہے اور یہ تنبیہ بھی فرمادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اِن بیلوں کو جوڑتا ہے وہ مجھ سے رشتہ جوڑتا ہے اور جو اِن کو کاٹتا ہے وہ مجھ سے رشتہ توڑتا ہے۔ ۲

مختصر یہ کہ ''دینِ کامل'' کی نظر میں اعزہ اقارب اور رشتہ داروں سے کنارہ کشی خدا پرستی نہیں یعنی بلکہ خدا پرستی کی چاشنی یہ ہے کہ ان رشتوں کو جوڑا جائے جن کو خدا نے جوڑا ہے اور صرف یہ نہیں کہ جو آپ سے جڑیں آپ اُن سے جڑیں اور جو توڑیں اُن سے آپ توڑ دیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ تو معاوضہ ہے یہ حسنِ سلوک اور صلہ رحم نہیں، حسنِ سلوک اور صلہ رحم یہ ہے کہ جو آپ سے رشتہ توڑے اُن سے آپ جوڑیں اور ان کو اپنا بنائیں۔ ۳

رشتہ داری کی یہی اہمیت ہے جس کی بنا پر قرآنِ حکیم میں احسان بالوالدین کا تذکرہ اور عبادتِ رب کا حکم ساتھ ساتھ فرمایا گیا ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے'' تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ صرف اُسی کی عبادت کرو اور اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور یہ کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (احسان کرو)۔'' ۴

---

۱ بیہقی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ باب الشفقہ ۲ بخاری شریف کتاب الادب ص ۸۸۵

۳ بخاری شریف کتاب الادب ص ۸۸۶ ۴ سورہ بنی اسرائیل : ۲۳

پھر اسی طرح سورۂ انعام میں ہے: ''آؤ تمہیں بتا دوں تمہارے رب نے تم پر کیا حرام کیا ہے خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔'' [۱]

سورۂ نساء میں صرف والدین نہیں بلکہ جملہ اقارب حتی کہ پڑوسیوں کو بھی اِسی زمرہ میں شامل فرما لیا گیا ہے ارشاد ہے ''اللہ کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور حکم یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھو (ماں باپ کے علاوہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرو، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور پڑوسیوں کے ساتھ خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا رشتہ دار نہ ہوں، اجنبی ہوں، نیز پاس کے اُٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو مسافر ہوں یا لونڈی غلام جو تمارے قبضے میں ہوں اِن سب کے ساتھ احسان اور سلوک سے پیش آؤ، اللہ تعالیٰ اُن کو دوست نہیں رکھتا جو اِترانے والے، ڈینگیں مارنے والے ہوں، جو خود بھی بخیلی کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہوں'' [۲]

ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار اگر غیر مسلم ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی یہی تاکید ہے ! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں مکہ میں رہا کرتی تھیں وہ مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ان سے برتاؤ اچھا رکھوں ؟ ارشاد ہوا ضرور ! ! [۳]

قرآنِ حکیم میں غیر مسلم والدین کے متعلق ارشاد ہے ''اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں یعنی محض اوہام ہیں تو ان کا کہنا مت ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔'' [۴]

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مسلم اور غیر مسلم ہر ایک کے متعلق ہے کہ ذلیل ہوا، ذلیل ہوا، ذلیل ہوا وہ شخص جس کے ماں باپ (دونوں یا ایک) اس کے سامنے بوڑھے ہوئے اور وہ جنت میں نہ جا سکا۔'' [۵]

---

[۱] سورہ اَنعام : ۱۵۱ [۲] سورہ نساء : ۳۶، ۳۷ [۳] باب صلۃ الوالد المشرک بخاری شریف ص ۸۸۴
[۴] سورہ لقمان : ۱۵ [۵] مسلم شریف ص ۳۱۱ ج ۲

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا عنایت فرمایا حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے کافر بھائی کے پاس بطورِ تحفہ بھیج دیا جو مکہ میں رہتا تھا ! ! [۱]

والدین کے علاوہ والدین کے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کے متعلق بھی یہی ارشاد ہے کہ ''اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا اولاد کے لیے سب سے بڑی خوبی ہے۔'' [۲]

زوجین :

سب سے زیادہ نازک رشتہ میاں بیوی کا ہے اس سلسلہ میں حضرت جل مجدہٗ کا ارشاد ہے اِن کے ساتھ رہن سہن اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر ایسا ہو کہ وہ تمہیں کسی وجہ سے ناپسند ہوں تب بھی سلوک اچھا رکھو اور نبھاؤ کی کوشش کرو کیونکہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اِسی ناپسند میں تمہارے لیے بہت کچھ بہتری رکھ دی ہو۔

نیز ارشاد ہے عورتوں کے لیے بھی اسی طرح کے حقوق مردوں پر ہیں جس طرح کے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک خاص درجہ دیا ہے۔ [۳]

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے عورتوں کے متعلق اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اس کو قبول کرو کیونکہ عورت کی مثال پسلی کی ہڈی جیسی ہے (اگر آپ سیدھا کرنا چاہیں گے تو توڑ دیں گے مگر سیدھا نہ کر سکیں گے) اگر آپ کام نکالنا چاہیں تو آپ اس کجی ہی کے ساتھ کام نکال لیجیے۔ [۴]

عام رشتہ دار :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے : ''بدسلوک جنت میں نہیں جائے گا۔'' [۵]

''اَلرَّحِمُ'' یعنی قرابت کو خطاب فرما کر باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : جو تیرے سے اچھا سلوک کرے گا اُس سے میں بھی اچھا سلوک کروں گا اور جو تیرے سے برا سلوک کرے گا اُس سے میں بھی برا سلوک کروں گا۔ [۶]

---

[۱] بخاری شریف [۲] مسلم شریف ص ۳۱۴ ج ۲ [۳] سورۂ بقرہ : ۲۲۸ [۴] بخاری شریف ص ۷۷۹
[۵] بخاری شریف ص ۸۸۵، مسلم شریف ص ۲۱۵ [۶] بخاری شریف ص ۸۸۵

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے : ''جو شخص اپنے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت چاہتا ہے وہ اپنے کنبہ سے اچھا سلوک کرے۔'' ۱

جو شخص اپنے بدسلوک رشتہ داروں کے ساتھ بھی خوش معاملگی سے پیش آئے وہ اچھا سلوک کرنے والا مانا جائے گا نہ وہ جو کہ بدلہ دے۔ ۲ جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' ۳

اہل وعیال کی پرورش :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے ،تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ ۴

اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑو گے تو یہ بہتر ہوگا اِس سے کہ اُن کو فقیر کنگال چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ تم خدا کی مرضی کا خیال کر کے جو بھی خرچ کرو گے، تمہیں اس کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ اُس لقمہ کا ثواب بھی پاؤ گے جو اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔ ۵

سب سے اچھا اور افضل صدقہ وہ ہے جو ''غِنًی'' یعنی اپنی ذاتی ضرورتیں پوری ہونے کے بعد کیا جائے (اس طرح کہ) اپنے کنبہ والوں سے شروع کرو پہلے اُن کو دو۔ ۶

عام حکم یہی ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے جو اپنے اُوپر اتنا قابو پا چکے ہیں کہ راہِ خدا میں مصیبت کو راحت سمجھتے ہیں، جو فقر و فاقہ کو ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں ان کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے اُوپر مقدم رکھتے ہیں جیسے کہ حضراتِ انصار کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ انہیں خواہ کتنی ہی سخت ضرورت ہو وہ دوسروں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں۔ ۷

نیز ارشاد ہوا خادموں اور نوکروں کا روزینہ روک لینا ایسا گناہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور گناہ ہیچ ہیں۔ ۸

---

۱ بخاری شریف ص ۸۸۵، مسلم شریف ص ۲۲۷ ۲ بخاری شریف ص ۸۸۶ ۳ بخاری شریف ص ۸۸۶
۴ بخاری شریف ص ۲۶۴، ۲۶۵ ۵ بخاری شریف ص ۱۳، ۳۸۳، ۶۳۲، ۱۷۳
۶ بخاری شریف ص ۸۰۶ ۷ سورۂ حشر : ۹ ۸ مسلم شریف ج ۱ ص ۳۲۲

یتیم اور مصیبت زدہ :

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو ۔[۱] اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو ان کی ان کو فکر ہو، سو ان کو چاہیے کہ خدا سے ڈریں اور ٹھیک بات کہیں، جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے بھڑکتے ہوئے جہنم میں ۔ [۲]

بیوہ، مسکین اور مجاہدین کے متعلقین کی خدمت کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ جیسا ہے یا اس شخص جیسا جو رات بھر عبادت کرے اور دن کو روزہ رکھے ۔ [۳]

جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا تو خدا اس کی ضرورت پوری کرے گا جو شخص کسی مسلمان کی بے چینی کو دور کرے گا تو قیامت کے دن خداوند عالم اس کی بے چینی کو دور کرے گا جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا ۔ [۴]

پڑوسی اور اہلِ محلّہ :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

(۱) جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دیتا ۔ [۵]

(۲) خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، سوال کیا گیا کون یا رسول اللہ ؟ ارشاد ہوا جس کا پڑوسی اُس کی ایذا سے محفوظ نہ رہ سکے ۔ [۶]

(۳) جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ پڑوسی کے حق میں مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ کہیں وارث نہیں بنا دیا جائے ۔ [۷]

---

[۱] سورہ انعام ع ۱۹ [۲] سورہ نساء ع ۱ [۳] بخاری شریف ص ۸۰۵ [۴] مسلم شریف ص ۳۲۰ ج ۲
[۵] بخاری شریف ص ۸۸۹ [۶] بخاری شریف ص ۸۸۵ [۷] بخاری شریف ص ۸۸۹

(۴) اے صاحب ایمان خواتین ! کسی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر مت سمجھو، بالفرض وہ بکری کا کھر ہی بھیجے۔ [۱]

(ایک سوال) یارسول اللہ ﷺ میرے دو پڑوسی ہیں اگر زیادہ گنجائش نہ ہو تو اِن میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں ؟ ارشاد ہوا جس کا دروازہ زیادہ پاس ہو ! ! [۲]

ارشاد ہوا اللہ کے دوستوں میں سب سے بہتر خدا کا دوست وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے سب سے بہتر ہو۔ [۳]

غیر مسلموں کے ساتھ انصاف :

سورہ ممتحنہ آیت ۸، ۹ کا ترجمہ یہ ہے :

''اللہ نہیں منع کرتا ہے تم کو اُن لوگوں سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان لوگوں سے بھلائی کرو اور انصاف کا سلوک کرو بے شک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو، اللہ تو منع کرتا ہے تم کو اُن لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہاے گھروں سے اور شریک ہوئے تمہارے نکالنے میں کہ اِن سے کرو دوستی اور جو کوئی ان سے کرے دوستی سو وہی ہیں گنہگار۔'' [۴]

''اور تم لوگ برا نہ کہو اُن کو جن کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا، پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے۔'' [۵]

غیر مسلم ماں باپ کے متعلق قرآنِ پاک میں فرمانِ الٰہی ہے کہ'' شرک اور کفر میں ان کی پیروی مت کرو، باقی دنیاوی زندگی میں خوبی سے بسر کرو۔'' [۶]

جو شخص کسی غیر مسلم کو قتل کر دے جس سے معاہدہ ہو چکا تھا یا اپنے ملک کا (اقلیتی) باشندہ تھا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔ [۷]

---

[۱] بخاری شریف ص ۸۸۹ [۲] بخاری شریف ص ۸۸۹، ۳۳۰، ۳۵۳ [۳] ترمذی شریف باب حق الجوار
[۴] سورہ ممتحنہ ع ۲ [۵] سورہ انعام ع ۱۳ [۶] سورۂ لقمان ع ۲ [۷] بخاری شریف ص ۴۴۰

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ مشرک تھیں وہ ملنے کے لیے آئیں تو حضور ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ اِن کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[۱]

دربارِ رسالت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکوں پر بد دعا فرمائیے، رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا : بد دعا کرنا میرا کام نہیں، میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[۲]

عام جاندار :

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(۱) ایک عورت نے بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانے کو نہ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی اِس پر وہ عذاب میں مبتلا کی گئی۔[۳]

(۲) اور ایک فاحشہ عورت کو اِس پر بخش دیا گیا کہ اُس نے ایک کتے کو جو پیاس سے سسک رہا تھا پانی پلایا، اس نے اپنے موزے میں دوپٹہ باندھ کر کنویں سے پانی نکالا اور اس کے حلق میں ٹپکا دیا جس سے اُس کی جان بچ گئی۔[۴]

(۳) ایک چیونٹی نے ایک نبی کے کاٹ لیا اُس نبی نے چیونٹیوں کے سارے بل کو جلا ڈالا تو خدا نے اِس پر عتاب نازل فرمایا کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے پر ایک ایسی جماعت کو جلا دیا جو اللہ کی تسبیح پڑھتی تھی[۵]

(۴) صحابہ کرامؓ : یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارے لیے ان جانوروں پر رحم کرنے میں ثواب ہے ؟ ارشادِ نبوی : ہر تر جگر والے پر رحم کرنے میں ثواب ہے۔[۶]

(۵) زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔[۷]

(۶) صحابہ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ کسی منزل پر قیام کرنا ہوتا تو پہلے اُونٹوں کے اُوپر سے کجاوہ وغیرہ اُتار لیتے اس کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے۔[۸]

---

[۱] بخاری شریف ص ۳۵۷ [۲] مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۳ [۳] بخاری شریف ص ۳۱۸، ۴۹۵

[۴] بخاری شریف ص ۴۰۷، ۴۹۳ [۵] بخاری شریف ص ۴۲۴، ۴۶۷ [۶] بخاری شریف ص ۸۸۹

[۷] ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴ [۸] ابوداؤد شریف باب مایومر من القیام علی الدواب

خلقِ خدا کی خدمت :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ خلقِ خدا اللہ کی عیال (کنبہ) ہے پس مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کے عیال اور کنبہ پر سب سے زیادہ احسان کرتا ہو۔[۱]

جو مسلمان لوگوں سے ریل میل رکھے اُن کی بری بات پر صبر سے کام لے، وہ اُس مسلمان سے بہتر ہے جو الگ تھلگ رہے اور کسی کی برائی کو برداشت نہ کرے۔[۲]

آنحضرت ﷺ کی مجلس شریف میں سب سے افضل وہ مانا جاتا جس کی خیر خواہی عام ہوتی اور سب سے بڑا مرتبہ اُس کا سمجھا جاتا جو عوام کا بہترین ہمدرد ہوتا جو اُن کے بوجھ اپنے اُوپر اُٹھا لینے میں سب سے بڑھا ہوا ہوتا۔[۳]

تبلیغ اور تعلیم و تعلّم :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''کیا برابر ہو سکتے ہیں اہلِ علم اور جاہل''[۴] نیز ارشاد ہے ''اور چاہیے کہ تم میں رہے ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کرے برائی سے اور یہی پہنچے اپنی مراد کو اور مت ہو اُن کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اِس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے۔''[۵]

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: جو لوگ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے قیامت کے روز اُن کی انتڑیاں دوزخ کے انگاروں پر بکھری ہوئی ہوں گی اور وہ ان کو اسی طرح گھسیٹتے ہوں گے جیسے خَراس[۶] کا گدھا خراس کو۔[۷]

حضور اکرم ﷺ نے ایک روحانی سیر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کو چت لٹا دیا گیا ہے اُس کے سر پر ایک بہت بڑا پتھر مارا جاتا ہے جس سے اس کا سر چور چور ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھک جاتا ہے

---

[۱] بیہقی [۲] ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۷ [۳] شمائل ترمذی ص ۲۴ [۴] سورۂ زمر : ۹

[۵] سورۂ آل عمران ع ۱۱ [۶] آٹا پیسنے کی بڑی چکی جس کو بیل یا اُونٹ وغیرہ چلاتے ہیں۔

[۷] بخاری شریف ص ۴۶۲، ۴۸۲، ۱۰۵۲

مارنے والا پتھر اُٹھانے جاتا ہے اتنی دیر میں اُس کا سر درست ہو جاتا ہے وہ دوبارہ پتھر مارتا ہے اور پھر ایسا ہی ہوتا ہے ! دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو خدا نے قرآن کی دولت عطا فرمائی تھی مگر وہ عمل سے غافل رہا۔ ۱

تم میں بہتر وہ ہیں جنہوں نے قرآن شریف پڑھا اور پڑھایا اور خداوندِ عالم جس کے لیے بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اُس کو دین کی سمجھ (بصیرت) عطا فرما دیتا ہے۔ ۲

میری طرف سے احکام پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور جو شخص میرے اُوپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ ۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم اگر خداوند عالم تمہارے ذریعہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت فرما دے تو یہ خدمت تمہارے لیے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی بہتر ہوگی۔ ۴

بدعت اور اُس سے پرہیز :

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے : ''اے ایمان والو ! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے، بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔'' ۵

شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ وسوسہ ڈال کر بے اصل کام کو دلنشین کر دیتا ہے اور دین میں بدعتوں کو شامل کرا کر تمہارے دین کو خراب کرتا ہے اور تم اِس کو پسند کرتے ہو۔ ۶

اسلام میں جو کوئی برا طریقہ قائم کرے اُس پر اس کا گناہ بھی ہوگا اور اس طرح جو شخص اس پر عمل کرے گا اُس کا گناہ اِس کو بھی ملے گا اور اس بدعت نکالنے والے کو بھی کسی کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی ۷

جو کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے طریقہ کے مخالف ہو وہ کام مردُود ہے۔ ۸

---

۱ بخاری شریف ص ۱۸۵، ۲۸۰ ۲ بخاری شریف ص ۴۳۹ ۳ بخاری شریف ص ۴۹۱، ۹۱۵، ۱۷۲
۴ بخاری شریف ص ۶۱۶ ۵ سورۂ بقرہ : ۲۰۸ ۶ فوائد حضرت شیخ الہندؒ
۷ مسلم شریف ج ۱ ص ۳۲۷ ۸ بخاری شریف ص ۳۷۱

میں حوضِ کوثر پر تمہارا میر قافلہ ہوں گا (یعنی تم سب سے پہلے پہنچ جاؤں گا) تم میں سے کچھ آدمی آئیں گے جب میں اُن کو آبِ کوثر دینا چاہوں گا وہ بِچلے[1] ہوئے اُونٹوں کی طرح دھتکار دیے جائیں گے، میں پکاروں گا اِدھر آؤ، کہا جائے گا تمہیں نہیں معلوم اِنہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں، میں کہوں گا ہٹادو، ہٹادو۔[2] (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُ الاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (اِدارہ)

---

[1] بھکے ہوئے یا بِدکے ہوئے [2] مسلم شریف ص ۱۲۷، بخاری شریف ص ۱۰۴۵

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۹

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

《 شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ 》

ایثار، قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''جو ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور مال و جان سے راہِ خدا میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں درجہ میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہی ہیں کامیاب۔'' [1]

''اے ایمان والو ! بتاؤں میں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو عذاب دردناک سے ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی جان سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔'' [2]

''اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کے مال اِس قیمت پر کہ اُن کے لیے بہشت ہے۔'' [3]

---

[1] سورہ توبہ : ۲۰ [2] سورۂ صف : ۲۸ [3] سورۂ توبہ : ۱۱

''جو اللہ کی راہ میں مرا وہ زندہ ہے اور نہ سمجھو اُن لوگوں کو مردے جو مارے گئے اللہ کی راہ میں وہ مرے نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے، خوشی کرتے ہیں اُس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے۔'' [۱]

ارشادِ نبوی : ''شانِ اسلام کی بلندی یہ ہے کہ جو فریضہ مسلمان کے ذمہ ہو، وہ جان کی بازی لگا کر پوری تندہی سے اُس کو انجام دے۔'' [۲]

احتسابِ نفس :

بڑی پیشی کے لیے (روزِ قیامت کے لیے) آراستہ ہو جاؤ اور اِس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا محاسبہ خود کر لو جو خود اپنا محاسبہ کرتا رہے گا اُس پر قیامت کا حساب آسان ہو جائے گا۔ [۳]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز انسان اُس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکے گا جب تک اِن پانچ باتوں کے متعلق اُس سے سوال و جواب نہ ہو لے گا :

(۱) اُس کی عمر کے متعلق کہ کن کاموں میں اُس کو ختم کیا (۲) جوانی کے بارے میں کہ کن کاموں میں کھپائی (۳) مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا (۴) کن کاموں میں اُس کو صرف کیا (۵) اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔ [۴]

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ! ایسی بات بتا دیجیے جس کو مضبوطی سے سنبھال لوں (اپنے پلے باندھ لوں) فرمایا دل سے اعتراف کرو کہ میرا رب اللہ ہے اور اِس پر جم جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کون سی بات میرے حق میں سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اِس کو یعنی جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی وغیرہ جو سخت گناہ ہیں وہ زبان سے ہی ہوتے ہیں لہٰذا اِس کی حفاظت کرو۔ [۵]

---

[۱] سورہ آلِ عمران : ۱۶۹، ۱۷۰ [۲] ترمذی شریف ج ۲ ص ۸۶ [۳] ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۹
[۴] ترمذی شریف ج ۲ ص ۶۴ [۵] ترمذی شریف باب حفظ اللسان

عام مسلمان اور باہمی اتحاد :

قرآن حکیم میں ارشاد ہے :

''مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں، سوملاپ کرادو اپنے دو بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو۔'' ۱

''آپس میں نہ جھگڑو کہ بزدل ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے۔'' ۲

''اور مت ہو اُن کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اِس کے کہ پہنچ چکے اُن کو حکم صاف صاف۔'' ۳

''اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔'' ۴

''تمام مسلمان گویا ایک دیوار ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو تھامتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔'' ۵

مویداتِ اتحاد :

''آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔'' ۶

''اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو، بے شک شیطان جھڑپ کروا دیتا ہے اُن میں، بے شک شیطان ہے انسان کا دشمن صریح۔'' ۷

''اے ایمان والو ! ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسرے لوگوں سے شاید وہ بہتر ہوں اِن سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کا ایک دوسرے کو، برا نام ہے ''گنہگاری'' پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف، اے ایمان والو ! بچتے رہو بہت سے گمانوں سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو کسی کو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے،

---

۱ سورہ حجرات : ۲۶ ۲ سورۂ انفال : ۱۰ ۳ سورۂ ال عمران : ۴ ۴ سورۂ اٰلِ عمران : ۴
۵ بخاری شریف ۶ سورہ مائدہ : ۶ ۷ سورہ بنی اسرائیل : ۱۵

بھلا خوش لگتا ہے (اچھا لگتا ہے) تم میں سے کسی کو کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو، سو گھن آتا ہے تم کو اِس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے مہربان۔
''اے آدمیو ! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس میں پہچان ہو، تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا، اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار ہے۔'' (سورہ حجرات)
یعنی صفت نیک چاہیے بڑی ذات کس کام کی، قوم اور ذات کی اکڑفوں عیب ہے۔ (موضح شیخ الہندؒ)
''اے ایمان والو ! اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار (ناقابلِ اعتماد) خبر لے کر تو تحقیق کرلو، کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کیے پر لگو پچھتانے۔'' (سورہ حجرات)
''اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو (کہ تحقیق سے دعوٰی کرنے لگے یا گواہی دے) بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔'' ۱

احادیث :

جس نے ہمارے مقابلہ پر ہتھیار اُٹھایا وہ ہم میں نہیں۔'' ۲
''جب دو مسلمان تلوار لے کے مقابل ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں کیونکہ مقتول بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔'' ۳
''جو شخص اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ کرے تو فرشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں جب تک وہ ہتھیار نہ رکھ دے اگرچہ اُس کا حقیقی بھائی ہو۔'' ۴
''اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ! سوال کیا گیا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد کر سکتے ہیں ظالم کی کس طرح ؟ فرمایا اُس کے ہاتھ پکڑلو۔'' ۵
''میرے بعد تم پھر دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارتے پھرو۔'' ۶

---

۱ سورہ بنی اسرائیل : ۱۵ ۲ بخاری شریف ص ۱۰۱۵،۱۴۷ ۳ بخاری شریف ص ۱۰۱۵
۴ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۸ ۵ بخاری شریف ص ۱۰۲۸،۳۳۱ ۶ بخاری شریف ص ۸۳۳،۶۳۲،۱۰۱۴

''مسلمان پر لعنت کرنا یا کفر کی تہمت لگانا اُس کے قتل کے برابر ہے۔'' ۱

''مسلمان کو (بلاوجہ) گالی دینا فسق ہے اور (خواہ مخواہ) جنگ کرنا شعارِ کفر ہے۔'' ۲

''بھید مت ٹٹولو نہ چھپ چھپ کر باتیں سنو نہ بغض رکھو نہ پیٹھ پیچھے برائی کرو اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو۔'' ۳

کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے کہ دونوں آپس میں ملیں یہ اِدھر کو منہ پھیرلے وہ اُدھر کو، ان دونوں میں بھلا وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔ ۴

جو باہمی مصالحت کی خاطر ایک کے سامنے دوسرے کی طرف سے کلمہ خیر نقل کرتا ہے وہ کذاب نہیں۔ (اگرچہ وہ کلمہ خیر خود اُس کا بنایا ہوا ہو)۔ ۵

''مسلمان وہ ہے کہ اُس کی زبان اور اُس کے ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔'' ۶

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ کسی امداد کے موقع پر اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور نہ اُس کو حقیر سمجھے، مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے یعنی اُس کا خون بھی، اُس کا مال بھی، اُس کی آبرو بھی۔ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہاری دولتوں کو نہیں دیکھتا اللہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے عملوں کو۔ ۷

سارے مسلمان آپس میں ایک بدن کی طرح ہیں اگر ایک چھوٹے سے حصہ کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بے چین ہو جاتا ہے۔ ۸

ارشاد ہوا ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمہ چھ حق ہیں :

(۱) جب ملاقات ہو سلام کرے (۲) دعوت منظور کرے (۳) چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے

(۴) بیمار ہو تو مزاج پرسی کرے (۵) وفات ہو جائے تو جنازے کے ساتھ جائے

(۶) جو بات اپنے لیے پسند کرتا ہے وہ اُس کے لیے بھی پسند کرے۔ ۹

---

۱ بخاری شریف ص ۹۸۴ ۲ بخاری شریف ص ۱۰۳۸ ۳ بخاری شریف ص ۸۹۶،۲،۷۷

۴ بخاری شریف ص ۸۹۶ ۵ بخاری شریف ص ۳۷۱ ۶ بخاری شریف ص ۶

۷ بخاری شریف ص ۳۳۰، مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۷ ۸ بخاری شریف ص ۸۸۹ ۹ ترمذی شریف

تعاون اور عدم تعاون :

''آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد گرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔'' ۱

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : '' راہِ خدا میں تعاون باہمی، اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض ایمان کی مضبوط کڑیاں ہیں۔'' ۲

مساوات اور بھائی چارہ :

اسلام نے انسان کی صرف دو قسمیں بیان کی ہیں :

(۱) خدا کو ماننے والا اور اُس کا فرمانبردار یعنی مسلم (۲) منکر خدا اور نافرمان یعنی کافر

پھر مسلمان سب بھائی بھائی، کافر سب برابر۔ (مسلمان) فرمانبرداروں کو ہدایت فرمائی :

''اے ایمان والو ! ٹھٹھا نہ کریں (مذاق نہ بنائیں) ایک برادری کے مرد دوسری برادری والوں کا بہت ممکن ہے وہ بہتر ہوں اِن سے اور عیب نہ لگاؤ اور چڑانے کے لیے نام نہ ڈالو۔'' ۳

اہلِ ایمان کے لیے اس ہدایت کے بعد اگلی آیت میں وہ ارشادِ خداوندی ہے جس نے تمام انسانوں کو مساوات کی ایک سطح پر لا کھڑا کیا، فرق رکھا تو محض ایمانداری، تقویٰ اور بے ایمانی اور بدکاری کا چنانچہ ارشاد ہے : ''اے آدمیو ! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تمہارے کنبے اور قبیلے اس لیے بنادیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے یہاں اُسی کو عزت ہے جس کو ادب اور تقویٰ زیادہ ہے۔ ۴

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد نے مزید توضیح کردی کہ ''تم سب آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام مٹی سے۔'' ۵

---

۱ سورہ مائدہ : ۶ ۲ بیہقی ۳ سورہ حجرات رکوع ۲

۴ سورۂ حجرات : ۲۶ ۵ ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۳۵۰

مزید برآں نسب میں طعن کرنے کو کفر کی چیز قرار دیا چنانچہ ارشاد نبوی ہے :

دو باتیں کفر کے زمانے کی لوگوں کے اندر ہیں : نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔[۱]

اسلام میں چھوت چھات نہیں :

(۱) ''اس حقیقت پر غور کرو جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے آگے سر بسجود ہو جائیں، وہ جھک گئے مگر ابلیس کی گردن نہیں جھکی اُس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ منکروں میں سے تھا۔'' [۲]

(۲) ''ہم نے عزت دی ہے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ستھری (طرح طرح کے پھل دیے، غلہ اور گوشت وغیرہ کو صاف کرنا اور پکانا سکھایا) اور جو مخلوقات ہم نے پیدا کیں اُن میں اکثر پر انسان کو برتری دے دی پوری پوری برتری جیسی کہ ہونی چاہیے۔'' [۳]

آدمی کا جھوٹا پاک ہے، مرد ہو یا عورت، مومن ہو یا کافر۔ (ہدایہ وغیرہ)۔ (جاری ہے)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org/maqalat

[۱] مسلم شریف ج۱ ص ۵۸ [۲] سورۂ بقرہ : ۳۴ [۳] سورہ بنی اسرائیل ع ۶

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۱۶ قسط : ۱۰

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ، فقیہ ، مؤرخ ، مجاہد فی سبیل اللہ ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن و حدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

معاملات اور اِقتصادیات :

''کھاؤ ستھری چیزیں جو روزی ہم نے تم کو دی اور نہ کرو اس میں زیادتی پھر تو اُترے گا تم پر میرا غضب اور جس پر اُترا میرا غصہ سو وہ پٹکا گیا ۔[۱] '' [۲]

''پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل [۳] اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تمہارا بھلا ہو۔'' [۴]

آنحضرت رسول اکرم ﷺ کی ایک طویل حدیث کا مفہوم ہے :

قرآن شریف اور احادیث میں حلال اور حرام کو واضح کر دیا گیا ہے مگر حلال و حرام کے بیچ کچھ ایسے اُمور ہیں (جن کے متعلق وضاحت قرآن و حدیث میں نہیں ہے کیونکہ وہ عموماً وہ ہیں جو بعد میں

[۱] یعنی پٹخا گیا [۲] سورۂ طٰہٰ [۳] یعنی روزی تلاش کرو [۴] سورۂ جمعہ

پیدا ہوئے یا پیدا کیے گئے ان میں کچھ مشابہت حلال کی ہے کچھ حرام کی مومن کا کام یہ کہ جن کے حلال اور جائز ہونے میں شبہ ہے ان سے احتیاط برتے اور ان کے پاس بھی نہ جائے کہ اِس کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ایسے کام کرنے لگے جو قطعاً حرام ہیں) پس جس شخص نے شبہ کی چیزوں سے پرہیز کیا اُس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا اور جو شخص شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں جا دھنسا مثلاً کوئی چرواہا سرکاری چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چرا رہا ہے تو اندیشہ ہے کہ مویشی سرکاری چراگاہ میں پہنچ جائیں، دیکھو حقیقی شہنشاہ یعنی رب العالمین کی گویا مخصوص چراگاہ محرمات ہیں یاد رکھو انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے تو جذباتِ بدن کا سارا عالم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو جسمانی مقتضیات کا سارا جہان تباہ ہو جاتا ہے یاد رکھو انسان کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا جو بشری جذبات پر حکمراں ہے وہ دل ہے (احتیاط برتو کہ یہ شبہ کی چیزوں کی طرف نہ چلے) لٰہذا محرم، تعزیے، شب برأت (میں آتش بازی وغیرہ)، سوئم، چہلم، برسی وغیرہ ان تمام کاموں کے متعلق جن کو بدعت کہا جاتا ہے نیز شادی بیاہ وغیرہ کے مراسمِ قبیحہ علٰی ہذا جن میں سود یا رشوت وغیرہ کا شبہ ہے ایسے تمام اُمور میں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد مقدس کو بنیادی اصول مان لینا چاہیے کہ جو شخص ان شبہ کی باتوں سے بچا اُس نے اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنا دین بھی بچالیا اور اللہ کے دربار میں اپنی آبرو بھی بچالی۔[۱]

'' (یاد رکھو) جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ (متاعِ دنیا کی) ایک حقیر قیمت کے لیے اللہ کا عہد (جو اُن سے نیک عملی اور دیانتداری کے لیے کیا گیا تھا) اور خود اپنی قسمیں جو یقین دلانے کے لیے کھاتے ہیں فروخت کر ڈالتے ہیں اور دیانتداری کی جگہ خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں تو یہی لوگ ہیں کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا نہ تو قیامت کے دن اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان پر اس کی نظر التفات پڑے گی، نہ گناہوں کی آلودگی سے پاک کیے جائیں گے، بس ان کے لیے عذاب ہوگا عذاب دردناک۔'' [۲]

---

[۱] بخاری شریف و مسلم وغیرہ [۲] سورۂ آلِ عمران، بخاری شریف ص ۶۵۴

تجارت :

''پورا بھر دو ناپ، جب ناپ کر دینے لگو اور تولو سیدھی ترازو سے یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام۔'' ۱

''اے ایمان والو ! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو۔'' ۲

''ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں ان کے حق سے کم نہ دو (ڈنڈی نہ مارو) ملک میں شر اور فساد پھیلاتے نہ پھرو۔'' ۳

احادیث : خدا رحم کرے اُس شخص پر جو فروخت، خرید اور تقاضا کرنے میں نرم ہو۔ ۴

سچا اور امانتدار تاجر قیامت کے روز انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔'' ۵

(جھوٹی) قسم سے مال بک جاتا ہے مگر برکت مٹ جاتی ہے۔ ۶

صنعت و حرفت :

''اور ہم نے سکھائی اُن کو (داؤد علیہ السلام کو) زِرہ بنانے کی صنعت۔'' ۷

کوئی شخص کوئی غذا اس سے بہتر نہیں کھا سکتا جو دستکاری سے کمائی ہو، حضرت داؤد علیہ السلام دستکاری ہی کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ ۸

لکڑیاں چن کر ایک گٹھڑ کمر پر لاد کر لائے اِس سے بہتر ہے کہ کسی سے مانگے وہ اِس کو دے یا نہ دے، ذلت اور خدا کی ناراضگی اس کے علاوہ۔ ۹

---

۱ سورۂ بنی اسرائیل : ۳۵ ۲ سورہ نساء : ۲۹ ۳ سورۂ ہود : ۸۵ ۴ بخاری شریف ص ۲۷۸
۵ ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۵ ۶ بخاری شریف ص ۲۸۰ ۷ سورۃ الانبیاء: ۸۰ (ہیوی سٹیل انڈسٹری)
۸ بخاری شریف ص ۲۷۸ ۹ بخاری شریف ص ۲۷۸، ۳۱۹

زراعت :

ہمارے انصار بھائی ان کے (پاس) نوکر نہیں تھے وہ کھیت کا کام خود کیا کرتے تھے ۱؎

جب کوئی مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے اور اسے کوئی پرندہ یا آدمی یا چوپایہ کھالے یا کوئی چُرالے یا کوئی نقصان پہنچادے تو اس کے لیے صدقہ شمار ہوگا۔ ۲؎

جس کے پاس زمین ہو وہ یا خود بولے یا کسی کو مفت بونے کو دے دے۔ ۳؎

مال کا جمع کرنا اور اُس کی حفاظت :

سیّد الانبیاء رحمۃ للعالمین حضور اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں :

اگر تم اپنے وارثوں کو غنی (خوشحال) چھوڑو گے تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو فقیر کنگال چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ ۴؎

بہتر ہے صدقہ وہ جو غنٰی کے بعد ہو۔ ۵؎

ایک صحابی : یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننا چاہے۔

حضور اکرم ﷺ : مت دو ! صحابی : اگر مجھ سے لڑے۔

حضور اکرم ﷺ : تم بھی لڑو ! صحابی : اگر وہ مجھے مار ڈالے ؟

حضور اکرم ﷺ : تم شہید ہوگے ! صحابی : اگر میں اس کو مار ڈالوں ؟

حضور اکرم ﷺ : وہ دوزخ میں جائے گا ! ! ! ۶؎

قرضِ حسنہ :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو اور جو نیک عمل اپنے لیے آگے بھیج دوگے اُس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے۔'' ۷؎

۱؎ بخاری شریف ص ۲۷۴، مسلم شریف ج ۲ ص ۱۵ ۲؎ بخاری شریف ص ۳۱۲، مسلم شریف ج ۲ ص ۱۵

۳؎ بخاری شریف ص ۳۱۵ ۴؎ بخاری شریف ص ۲۳، ۳۸۳ ۵؎ بخاری شریف ص ۱۹۲، ۸۰۶

۶؎ مسلم شریف ج ۱ ص ۸۱ ۷؎ سورۂ مزمل آیت ۲۰

صدقہ کا ثواب دس گناہ ہے اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا۔ ۱ کیونکہ جس کو صدقہ دیا جاتا ہے بسا اوقات اُس کو چنداں ضرورت نہیں ہوتی اور قرض وہی لیتا ہے جس کو سخت ضرورت ہوتی ہے۔

جو شخص تنگ دست کو مہلت دے تو ہر دن اُس کو پورا قرض صدقہ کرنے کا ثواب ملتا رہے گا۔ ۲

حضرت سعد بن ہشامؓ نے ارادہ کیا کہ زمین جائیداد بیچ کر سامانِ جنگ خریدیں اور اپنی ساری عمر جہاد میں گزار دیں تو صحابہ کرامؓ نے منع فرمایا کہ (بلا ضرورت) ایسا کرنا اُسوۂ نبویہ کے خلاف ہے۔ ۳

جس شخص کو پسند ہو کہ خدا اُس کو قیامت کی بے چینی سے نجات دے دے تو چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ ۴ تم میں بہتر وہ ہیں جو حق ادا کرنے میں بہتر ہوں۔ ۵

حضور اکرم ﷺ نماز میں دعا مانگا کرتے تھے خداوندا میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ قرض سے اِس قدر کیوں پناہ مانگتے ہیں ؟ فرمایا مقروض شخص بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو خلاف کرتا ہے۔ ۶

ارشاد ہوا صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہے۔ ۷ غنی یعنی مقدور والے کی ٹال مٹول ظلم ہے۔ ۸

ایک صاحب کا انتقال ہو گیا اُن پر قرض تھا ترکہ اتنا نہیں تھا کہ قرض ادا ہو سکے آنحضرت ﷺ نے ان کی نماز پڑھانے سے انکار کر دیا، جب ایک صاحب نے ذمہ داری لی کہ وہ قرض ادا کر دیں گے تب آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ۹

ہدیہ :

طمع اور سوال کے بدوں جو مال تمہارے پاس آئے اُس کو لے لو ورنہ اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگاؤ ۱۰ (کہ ہدیہ لینے کی ترکیبیں نکالو)۔ (جاری ہے)

---

۱ جمع الفوائد ج ۱ ص ۸۱ ۲ جمع الفوائد ص ۲۵۳ ۳ مسلم شریف ج ۱ ص ۲۵۶،۲۵۵ ۴ مسلم شریف ج ۲ ص ۱۸
۵ بخاری شریف ص ۳۰۹ ۶ بخاری شریف ص ۳۲۳ ۷ بخاری شریف ص ۳۰۹ ۸ بخاری شریف ص ۳۲۳،۳۰۵
۹ بخاری شریف ص ۳۰۵ ۱۰ بخاری شریف ص ۱۰۶۲

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۱۱

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دین کامل

اسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

محرمات وممنوعات

ایک شخص پردیسی دُور دراز مارا مارا پھر رہا ہے بال بکھرے ہوئے گرد سے اَٹے ہوئے وہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور پکارتا ہے اے خدا ! اے رب العالمین ! مگر حالت یہ ہے کہ کھانا بھی حرام، پینا بھی حرام، حرام ہی سے تربیت ہوئی اور بڑھا ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔[1]

سود :

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جس کو حواس باختہ کر دیا ہو شیطان نے چھو دینے سے (جیسے کوئی مرگی کا روگی ہو)۔''[2]

---

[1] مسلم شریف ج۱ ص۳۲۶ [2] سورہ بقرہ : ۲۷۵

آج مشاہدہ ہے، دولت بے شمار ہے مگر اطمینان میسر نہیں، ہر بڑی طاقت دوسری طاقت سے خوفزدہ ہے، امنِ عالم کا شور ہے مگر آلات وہ ایجاد کیے جا رہے ہیں جو بڑی تیزی سے زیادہ سے زیادہ تباہ کن ہوں گویا پوری دنیا آسیب میں مبتلا ہے۔ اس کے بعد ارشادِ ربانی ہے :

''اے ایمان والو ! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود، اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اُس کے رسول ﷺ سے۔ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ہے تنگ دست تو مہلت دینی چاہیے فراخی ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اُس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔ [1]

سیّد الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایک روحانی سیر میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خون کے دریا میں کھڑا ہے اور وہاں سے نکلنے کے لیے بے قرار ہے مگر ایک شخص کنارہ پر کھڑا ہے جب دریا والا آدمی باہر نکلنا چاہتا ہے تو یہ کنارے والا اِس زور سے پتھر مارتا ہے کہ دریا والا آدمی اوندھے منہ دریا ہی میں گر جاتا ہے، وہ پھر اُٹھتا ہے یہ پھر اسی طرح پتھر مارے جاتا ہے، دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ دریا والا سود خور ہے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر (یعنی سود دینے والے پر) [3] اس کے لکھنے والوں [4] پر اور اِس کے گواہوں پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔ [5]

رشوت :

رشوت لینا حرام، اس کا واپس کرنا فرض ہے، ناحق کام کرانے کے لیے رشوت دینا بھی حرام ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ : ۲۷۸، ۲۷۹ [2] بخاری شریف ص ۱۸۵، ۱۰۴۳ [3] بخاری شریف ص ۲۹۸

[4] ریڈر، کیشیر، گیٹ کیپر، سکیورٹی گارڈ وغیرہ سب [5] مسلم شریف ج۲ ص ۲۷

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی رشوت لینے والے پر اور اُس رشوت دینے والے پر جو رشوت دے کرنا جائز حق حاصل کرے۔[۱]

ذخیرہ اندوزی :

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اَلْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ [۲] ذخیرہ اندوزوں پر خدا کی لعنت۔

شرک و ریا :

''شرک'' یعنی اللہ تعالیٰ واحد برحق کی معبودیت میں کسی کو شریک بنانا سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑا ظلم ہے، خدا پر نہیں خدا کے فرشتوں اور نبیوں پر نہیں بلکہ خود اپنے اُوپر اپنی شخصیت پر اپنی عزت و حرمت پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت بخشی حتی کہ فرشتوں کی پیشانیاں بھی اُس کے سامنے جھکوائیں، وہ خود اپنے آپ کو کسی مخلوق کے سامنے ذلیل کرے یہاں تک کہ اُس کے سامنے ماتھا رگڑنے لگے، اس سے بڑھ کر ناانصافی، ناسپاسی، ناشکرگزاری اور کور باطنی کیا ہو سکتی ہے اسی لیے ہر ایک گناہ بخشا جا سکتا ہے مگر یہ گناہ جس میں انسان اپنی فطرت کو معکوس کر دے، اپنی خودی اور اپنی حمیت کو پامال کرے اس کی معافی نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ ممکن ہے کہ اُونٹ اپنے تن و توش [۳] اپنے پورے جثہ اور ہیکل کے ساتھ سوئی کے ناکے سے نکل جائے تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ مشرک کا شرک معاف کر دیا جائے۔ ایک رفعت پناہ جو عزت و عظمت کے آسمان پر تھا وہ خود اوندھا ہو کر آسمان سے گر رہا ہے تو اب اس کے لیے یہی صورت ہے کہ شکاری پرندے اس کو دبوچ کر ختم کر دیں یا کسی گہرے غار میں گر کر وہ اپنے آپ کو نیست و نابود کر دے جس پر دنیا ہمیشہ ماتم کرتی رہے۔

ایک عبادت گزار جس طرح غیر اللہ کو سجدہ کر کے شرک کر رہا ہے اسی طرح اگر وہ یہ عبادت دکھاوے کے لیے کر رہا ہے تو یہ بھی شرک کا عمل کر رہا ہے، وہ ''شرکِ جلی'' تھا یہ ''شرکِ خفی'' ہے پوشیدہ اور چھپا ہوا شرک۔ ارشاد ہوا :

---

[۱] ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۵۹ [۲] صحاح [۳] طاقت و قوت

میں تمہارے حق میں جس بات کا سب سے زیادہ خطرہ محسوس کرتا ہوں وہ شرکِ اصغر (چھوٹا شرک) ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ چھوٹا شرک کیا ! فرمایا ریا اور دکھاوا کرنا۔ ۱؎

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''خُشُوْعُ النِّفَاقْ'' سے اللہ کی پناہ مانگو ! دریافت کیا گیا خُشُوْعُ النِّفَاقْ کیا ؟ فرمایا : بدن کا انداز یہ ہو کہ آپ بڑے خدا ترس ہیں اور دل خوفِ خدا سے خالی ہو۔ ۲؎

دوسرے کبائر گناہ :

کبیرہ گناہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا ارشاد ہوا اللہ کا شریک ماننا، ماں باپ کی نافرمانی، کسی کو ناحق قتل کر دینا اور جھوٹی گواہی دینا ۳؎ اور جھوٹی قسم ۴؎

اور ارشاد ہوا : سات ہلاک کرنے والیوں سے بچو۔ صحابہؓ : یارسول اللہ وہ کیا ہیں ؟

دربارِ رسالت کا جواب : شرک، جادو، قتلِ ناحق، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، پاک دامن اور نیک مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ ۵؎

جھوٹ، مکر، فریب :

ارشاد ہوا دیکھو سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاتا ہوں، ہیر پھیر کی بات اور جھوٹی گواہی۔ ۶؎

جھوٹ بلاشبہ فجور (بدکاری) کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری آگ میں پہنچا دیتی ہے اور انسان (بطورِ مذاق) جھوٹ بولتا ہے (رفتہ رفتہ) اللہ کے یہاں ''کذاب'' لکھ دیا جاتا ہے۔ ۷؎ معاذ اللہ !

منافق اور نفاق کی خصلتیں :

''منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور اِن کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔'' ۸؎

۱؎ احمد بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الریاء ۲؎ کتاب الزہد والرقاق ۳؎ بخاری شریف ص ۶۵۲
۴؎ بخاری شریف ص ۹۸۷ ۵؎ بخاری شریف ص ۳۸۸، ۱۰۱۳، مسلم شریف ج ۱ ص ۶۴
۶؎ بخاری شریف ص ۸۸۴ ۷؎ بخاری شریف ص ۹۰۰ ۸؎ سورۂ نساء : ۱۴۵

ارشاد ہوا نفاق کی خصلتیں یہ ہیں : بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، معاہدہ کرے تو دھوکا دے، کسی سے جھگڑا ہو تو گالیوں پر اُتر آئے، کوئی امانت سپرد کی جائے تو اُس میں خیانت کرے ۱؎ اگرچہ وہ روزہ نماز کا عادی ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ ۲؎

بدگمانی :

ارشاد ہوا : ''بچو (بُرے) گمان سے کیونکہ (بُرا) گمان بدترین جھوٹ ہے۔'' ۳؎

جب کسی کی طرف سے دل میں میل اور کھوٹ ہوتا ہے تو اُس کے متعلق گمان برا ہی ہوتا ہے پھر یہ برا گمان اور برے گمان پیدا کر دیتا ہے اس طرح رنج اور کدورت میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے لہٰذا جب تک کوئی حقیقت نہ ہو گمان سے کام نہ لو۔

غصہ اور تکبر :

''اور مت چلو زمین پر اکڑ کر، یقیناً تم زمین میں شگاف نہیں ڈال سکتے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی تک پہنچ سکتے ہو۔'' ۴؎ نیز ارشاد ہے :

''اور اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اِتراتا، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِترانے والا اور چل بیچ کی چال اور نیچی کر اپنی آواز، بے شک بری آواز گدھے کی آواز ہے۔'' ۵؎

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے عزت و عظمت اور بڑائی گویا میری چادر اور ازار ہیں جو شخص خود بڑا بن کر (گھمنڈ کر کے) اِن کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اُس کو عذاب میں مبتلا کر دُوں گا۔ ۶؎

خداوند عالم اُس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جو اپنے کپڑے تکبر سے کھینچتا چلتا ہے ۷؎

قوی وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے، قوی وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ ۸؎

جنت میں نہیں جائے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہو۔

۱؎ بخاری شریف ص ۳۳۲، ۴۵۱، مسلم شریف ص ۵۶ ج ۱ ۲؎ بخاری و مسلم

۳؎ بخاری شریف ص ۳۸۴، ۷۷۲، ۸۹۶ ۴؎ سورۂ بنی اسرائیل : ۳۷ ۵؎ سورہ لقمان : ۱۸، ۱۹

۶؎ مسلم شریف ص ۳۲۹ ج ۲ ۷؎ بخاری شریف ص ۸۶۰ ۸؎ بخاری شریف ص ۳۰۹

ایک صحابی نے عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ ایک شخص پسند کرتا ہے کہ اُس کے کپڑے اچھے ہوں، جوتے اچھے ہوں ! ارشاد فرمایا : اللہ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر نام ہے حق بات کے سامنے اکڑنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا۔ [۱]

بدخلقی :

اللہ کے یہاں اُس شخص کی حیثیت بدترین ہے جس کی بدزبانی اور بدخلقی کی وجہ سے لوگوں نے اُس کو چھوڑ دیا ہو [۲] میں تمہیں بتاتا ہوں دوزخی کون ہے ؟ سخت مزاج، تندخو، بخیل، متکبر، مغرور [۳] میری اُمت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسے کام اُس کے پاس ہوں گے لیکن دنیا میں کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا اسی طرح دوسرا اور تیسرا (حقدار) آئے گا اور اپنے اپنے حق کے مطابق نیکیاں لے لے گا اب اگر اُس کے پاس نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان مظلوموں کے گناہ اس کے سر پڑیں گے پھر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ [۴]

(جاری ہے)

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کرآپ اپنے کاروبار کی تشہیر
اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اندرون رسالہ نصف صفحہ	500

[۱] مسلم شریف ص ۶۵ ج ۱ [۲] بخاری شریف ص ۸۹۱۔ مسلم شریف ص ۳۲۲ ج ۱
[۳] بخاری شریف ص ۸۹۷ [۴] مسلم شریف ج ۱ ص ۳۲۰

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۱۲ (آخری)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے محدث ، فقیہ ، مؤرخ ، مجاہد فی سبیل اللہ ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے ، اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں ۔ (اِدارہ)

دینِ کامل

اسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

کسی کا حق دبا لینا :

''ہرگز ایسا خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے کاموں سے غافل ہے حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ اُس دن کے لیے مؤخر کر رکھا ہے جس دن لوگوں کا حال یہ ہوگا (شدتِ خوف و دہشت کے باعث) آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی حیران پریشان سر اُٹھائے ہوئے دوڑ رہے ہوں گے ، نگاہیں ہوں گی کہ لوٹ کر آنے والی نہ ہوں گی (آنکھیں) پتھرائی ہوئی ہوں گی اور دل اُڑ رہے ہوں گے۔'' [1]

[1] سورۂ ابراہیم : ۴۲، ۴۳

''اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور تم بھی آتش جہنم کی لپیٹ میں آجاؤ گے۔'' [۱]

اگر کوئی شخص بالشت بھر زمین بھی کسی کی لے لے تو ساتوں زمین کا طوق بنا کر اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا، یہ ظالم اس کے وزن سے دھنستا چلا جائے گا۔ [۲]

اگر کسی نے پیلو کی ایک شاخ بھی جھوٹی قسم سے جھپٹ لی تو دوزخ کی آگ اس کے لیے لازم ہوگئی۔ [۳] ظلم قیامت کے دن گہری تاریکی ہوگا۔ [۴]

مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اللہ کے اور مظلوم کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ [۵]

غیبت :

'' جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامن بے خبر ایمان والیوں پر، اُن کے لیے پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں اور اُن کے لیے ہے بڑا عذاب۔'' [۶]

'' اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو کیا اچھا معلوم ہوتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن لگتا ہے تم کو اِس سے۔'' [۷]

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے : چغل خور جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ [۸]

ارشاد ہوا : تمہیں معلوم ہے ''غیبت'' کس کو کہتے ہیں ؟

صحابہ کرامؓ : اللہ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ : پس پشت کسی کو برائی سے یاد کرنا۔

ایک صحابیؓ : یارسول اللہ ﷺ اگر اُس میں وہ بات ہو جو کہہ رہا ہوں۔

حضور اکرم ﷺ : غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان باندھ رہے ہو۔ [۹]

---

[۱] سورۂ ہود : ۱۱۳ [۲] بخاری شریف ص ۳۳۲، ۴۵۳ [۳] مسلم شریف ص ۸۰ ج ۱

[۴] بخاری شریف ص ۳۳۱ [۵] بخاری شریف ص ۳۳۱ [۶] سورۂ نور : ۲۳

[۷] سورۂ حجرات : ۱۲ [۸] بخاری شریف ص ۸۹۵ [۹] مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۲

گالی گلوچ :

مسلمان سے گالی گلوچ فسق ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔ ۱

جو ہمارے مقابلہ پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔ ۲

مسلمان پر لعنت کرنا اُس کو قتل کرنے کے برابر ہے اور جس نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی گویا قتل کر ڈالا۔ ۳

بھیک :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا : بلا ضرورت سوال کرنے والا قیامت کو خدا کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا بھی نہ رہے گا۔ ۴

جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کرے گا وہ آگ کی چنگاریاں جمع کر رہا ہے اب چاہے زیادہ کرے یا کم۔ ۵

مسکین وہ نہیں جس کو ایک ایک دو دو لقمہ یا ایک ایک چھوارہ در در دھکیلتا رہے مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ ہو بھی نہیں (کہ سوال سے بے نیاز ہو) اور اپنی صورت سے بھی اپنی ضرورت کو نہیں ظاہر ہونے دیتا کہ (بلا طلب لوگ دے دیں) اور یہ بھی نہیں کہ کھڑا ہو کر مانگے۔ ۶

جو سوال سے بچنا چاہے گا خدا اُس کو سوال سے بچائے رکھے گا جو مخلوق سے بے نیاز ہونے کی کوشش کرے گا، خدا اُس کو اپنے فضل سے مخلوق کی طرف سے بے نیاز کر دے گا۔

صبر سے بڑھ کر برکت اور وسعت والی کوئی عطا کسی انسان کو نہیں ملی۔ ۷

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے لکڑیاں چن کر فروخت کرنا بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ ۸

---

۱ بخاری شریف ص ۸۹۳ ۲ بخاری شریف ص ۱۰۱۵، ۱۰۴۷ ۳ بخاری شریف ص ۹۰۱، ۹۸۴

۴ مسلم شریف ص ۳۳۳ ۵ مسلم شریف ص ۲۴۳ ۶ بخاری شریف ص ۲۰۰

۷ بخاری شریف ص ۱۹۹ ۸ بخاری شریف ص ۱۹۹

احادیث کے چند جواہر پارے :

سیّد الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا :

☆ جب بھی صبح کا آفتاب طلوع ہوتا ہے انسان کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے (جس کی ادائیگی کی شکل یہ ہے کہ) اپنی سواری پر کسی کو بٹھالیا یا اس کا بوجھ اُٹھالیا اس طرح کی امداد کرنا صدقہ ہے، ہر قدم جو امداد کے لیے اُٹھے صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، تکلیف دینے والی چیز (مثلاً کانٹا، چھلکا، اینٹ یا پلیدی) کا راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے۔ ۱

☆ انصاف کرنا صدقہ ہے۔ ۲

☆ اللہ کے یہاں سب سے بہتر وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے بہتر ہیں۔ ۳

☆ قیدی کی گردن چھڑاؤ، بھوکوں کو کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو۔ ۴

☆ جہاں بھی ہو خدا سے ڈرتے رہو، کوئی برائی ہوگئی تو فوراً کوئی نیکی (توبہ) کرلو، یہ برائی کو مٹادے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ رکھو۔ ۵

☆ ہر مسلمان پر خیرات واجب ہے، اگر دولت نہ ہو تو قوتِ بازو سے کمائے اپنا خرچ خود برداشت کرے دوسرے کی مدد کرے اگر یہ نہ ہوسکے تو کسی مصیبت زدہ کی امداد کرے (کمزور کو سہارا دے) اگر یہ بھی نہ کرسکے تو کسی کو اچھی بات بتادے، اگر یہ بھی نہ ہو تو شر (بدی) سے رُک جائے اس کے لیے یہی صدقہ ہے ۶

☆ اللہ اور قیامت کے دن پر جس کا ایمان ہو، چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی تواضع کرے۔

☆ اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والا شخص اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جس کو اللہ کا اور روزِ جزا کا یقین ہو وہ کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ ۷

☆ رات کو عبادت بھی کرو آرام بھی، دن کو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو کیونکہ تمہارے

---

۱ بخاری شریف ص ۴۱۹، ۴۰۳ ۲ بخاری شریف ص ۳۷۳، ۴۰۳ ۳ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱

۴ بخاری شریف ص ۴۲۸، ۷۷۷، ۸۰۹ ۵ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰

۶ بخاری شریف ص ۸۹۰، ۱۹۴، ۲۸۲ ۷ بخاری شریف ص ۹۵۹، ۸۸۹، ۹۰۶

بدن کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمہارے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ ۱

☆ راستوں پر مت بیٹھا کرو اور اگر اس کے سوا اور کوئی جگہ ہی نہ ملے تو راستہ کے حقوق ادا کرتے رہو (یعنی) نگاہ نیچی رکھو، کسی کو تکلیف مت دو، سلام کا جواب دو، اچھی باتیں بتاؤ، بری باتوں سے روکو۔ ۲

☆ خدا تمہاری صورتوں اور تمہاری دولتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے کاموں کو۔ ۳

☆ سات آدمی وہ ہیں کہ قیامت کے دن عرشِ رحمٰن اُن پر سایہ فگن ہوگا :

(۱) انصاف کرنے والا حاکم (۲) صالح نوجوان

(۳) تنہائی میں خدا کو یاد کرکے رونے والا شخص

(۴) وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے

(۵) وہ دو آدمی جنہوں نے خدا کے لیے آپس میں محبت کی ہو

(۶) وہ پاک دامن جس نے خدا سے ڈر کر علیحدگی اختیار کی ہو جبکہ کسی حسینہ جمیلہ نے اس کو اپنی طرف بلایا ہو۔

(۷) وہ شخص جس نے خدا کے نام پر صدقہ کرنے میں اس قدر پوشیدگی سے کام لیا ہو کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی ہو۔ ۴

ارشاد ہوا : میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں لیکن روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، رات کو تہجد بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں ہے۔ ۵

---

۱ بخاری شریف ص ۵۹۰ وغیرہ ۲ بخاری شریف ص ۹۰۰ ۳ مسلم شریف ص ۳۱۷ ج ۲

۴ بخاری شریف ص ۹۱، ۱۰۰۵ ۵ بخاری شریف ص ۵۶